جنوری ۲۰۰۶ء

ماہنامہ

میثاق

لاہور

بانی: ڈاکٹر اسرار احمدؒ

1

عرض احوال

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سقوطِ ڈھاکہ اور ہمارا طرزِ عمل

سولہ دسمبر کی تاریخ پاکستان کی تاریخ کے ایک سیاہ باب کی حیثیت رکھتی ہے کہ اس دن ہماری قومی زندگی کا ایک بہت بڑا سانحہ پیش آیا تھا۔ ۱۶؍دسمبر ۱۹۷۱ء کو سقوطِ ڈھاکہ ہوا۔ ہمارا ایک بازو ''مشرقی پاکستان'' ہم سے الگ ہوگیا اور بھارت کے ہاتھوں ہمیں ایک ذلت آمیز شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ ہمارے اخبارات میں اس موضوع پر جتنے کالم چھپتے ہیں ان کی تان اکثر اس پر ٹوٹتی ہے کہ چند افراد اس سانحہ کے ذمہ دار اور قصوروار ہیں' یحیٰی خان اور ان کا ٹولہ شرابی' زانی تھا' اس وجہ سے قوم پر یہ مصیبت آئی۔ یقیناً یہ بات وزن رکھتی ہے' لیکن اگر ہم واقعتاً یہ سمجھتے ہیں کہ حکمران طبقے کے اسلام سے دور ہونے' شرابی اور زانی ہونے کے نتیجے میں یہ اُفتاد ہم پر آئی اور اُن افراد کی غلطیوں اور جرائم کا خمیازہ پوری قوم کو بھگتنا پڑا تو اس بات کو ایک قدم اور آگے بڑھانا چاہیے۔ کیا بقیہ پوری قوم بحیثیت مجموعی اللہ کے دین سے بے وفائی کی مجرم نہیں تھی؟ کیا ہم نے بحیثیتِ قوم دین سے غداری کا ارتکاب نہیں کیا تھا؟ کیا ملکی وقومی سطح پر اللہ کے احکامات کو پاؤں تلے نہیں روندا جا رہا تھا؟ یہاں اُس نالائق اور شرابی حکمران ٹولے کا دفاع مقصود نہیں ہے' بلکہ اس روش پر متنبہ کرنا پیش نظر ہے جسے قوم نے اپنایا ہوا ہے کہ سانحۂ مشرقی پاکستان کی ذمہ داری چند افراد پر ڈال کر پوری قوم بریٔ الذمہ ہو جاتی ہے۔

سقوطِ ڈھاکہ کے وقت پاکستان کو قائم ہوئے چوبیس سال ہو چکے تھے' لیکن ربع صدی گزرنے کے باوجود نفاذِ شریعت کی طرف کوئی پیش رفت نہیں کی گئی تھی۔ اس کا ذمہ دار کون ہے' اس پر غور نہیں کیا جاتا۔ ظاہر بات ہے کہ چوبیس برس ملک پر جو لوگ حکمران رہے' جن کے ہاتھوں ملک کی زمام کار رہی' سب سے بڑے مجرم تو وہ ہیں۔ اسی طرح قوم کے سرکردہ لوگ خواہ وہ کسی بھی شعبۂ زندگی سے متعلق تھے' خاص طور پر دینی طبقات' ان سب پر بھی اس کی بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے' جنہوں نے اس پہلو سے اپنی ذمہ داریوں سے پہلو تہی کی۔ اس کے علاوہ قوم کا وہ بہت بڑا حصہ جس نے اللہ کے دین سے انحراف کرتے ہوئے دنیا پرستی اور مفادات پرستی کو مقصدِ حیات بنا لیا تھا' اس جرم میں حصہ دار ہے۔ اس اعتبار سے درست تر بات یہ ہوگی کہ یقیناً یہ جرائم کی سزا تھی' مگر صرف چند افراد ہی کے نہیں' بلکہ بحیثیت مجموعی پوری قوم کے جرائم کی سزا تھی۔

فطرت افراد سے اغماض بھی کر لیتی ہے نہیں کرتی کبھی ملت کے گناہوں کو معاف!

ضرورت اس بات کی تھی کہ پوری قوم اپنے جرائم پر نظر ڈالتی‘ پوری سنجیدگی کے ساتھ اور غیر جانبدارانہ جائزہ لیا جاتا‘ ہر شخص اپنا محاسبہ کرتا‘ ہر طبقے کے لوگ اپنا احتساب کرتے کہ کیا ہم نے اپنی ذمہ داریوں کو ادا کیا یا نہیں۔ یہی زندہ قوموں کی پہچان ہے۔ اگر ہم نے اب بھی اس نوع کے حادثوں اور سانحوں سے سبق نہ سیکھا (دو ماہ قبل ماہِ رمضان میں آنے والا ہولناک زلزلہ بھی ہمارے لیے لمحۂ فکریہ ہے) اور سچی خود احتسابی کو اختیار نہ کیا تو ہم زندہ قوم نہیں کہلا سکتے۔ بقول اقبال:؎

صورتِ شمشیر ہے دستِ قضا میں وہ قوم کرتی ہے جو ہر زماں اپنے عمل کا حساب

۱۹۷۱ء میں دشمن ہم پر اسی لیے حاوی ہوا تھا کہ اللہ کی رحمت اور مدد ہمارے شامل حال نہیں تھی۔ وجہ یہ تھی کہ ہم نے دین سے بے وفائی کی تھی اور قرآن کے نظامِ عدلِ اجتماعی سے انحراف کیا تھا۔ اور اگر ہمارے لچھن یہی رہے تو اللہ کی مدد اب بھی نہیں آئے گی۔ اللہ کی مدد ہمیں اسی صورت حاصل ہو سکتی ہے جب ہم اس کے دین کو انفرادی اور اجتماعی طور پر اختیار کر لیں۔ وہ خود فرماتا ہے:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنۡ تَنۡصُرُوا اللّٰهَ یَنۡصُرۡكُمۡ......﴾(محمد:۷)

’’اے ایمان والو! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا......‘‘

یعنی اے مسلمانو! جب تم اللہ کی مدد کرو گے‘ اس کے دین کو قائم و نافذ کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا۔ بصورتِ دیگر ہماری دعائیں بھی ہمارے مُنہ پر واپس دے ماری جائیں گی اور اُس کی نظر میں ہمارا کوئی مقام نہ ہو گا‘ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

﴿قُلۡ یٰۤاَهۡلَ الۡكِتٰبِ لَسۡتُمۡ عَلٰی شَیۡءٍ حَتّٰی تُقِیۡمُوا التَّوۡرٰىةَ وَالۡاِنۡجِیۡلَ وَمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡكُمۡ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ ؕ﴾ (المائدۃ:۶۸)

’’کہہ دیجیے (اے نبی!) اے اہل کتاب! تمہاری کوئی بنیاد نہیں ہے (تمہیں کوئی حق نہیں کہ ہم سے دعا کرو) جب تک قائم نہیں کرتے تورات اور انجیل کو اور جو کچھ نازل کیا گیا ہے تم پر تمہارے ربّ کی جانب سے‘‘۔

اگر ہم اس آیت کے بین السطور اس پیغام کو پڑھنے سے عاری ہیں کہ —— اے اہل قرآن! تم کسی موقف پر نہیں ہو اور تمہارا مُنہ نہیں کہ ہم سے دعا کر سکو‘ جب تک کہ تم قرآن کو اور جو کچھ بھی اللہ نے تمہاری طرف نازل کیا ہے رسول ﷺ کے ذریعے سے‘ اسے قائم نہیں کرتے —— تو ہماری کورنگاہی پر ماتم ہی کیا جانا چاہیے!!

1

تذکرہ و تبصرہ

تیس دجّال‘ دجّالی فتنہ اور دجّالِ اکبر

بانیٔ تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد حفظہ اللہ کا خطاب

مورخہ: ۳ جون ۲۰۰۵ء‘ بمقام: ہمدرد ہال‘ راولپنڈی

نحمدہٗ ونصلی علٰی رَسولہِ الکریم ...... امَّا بَعد:

اعوذ باللّٰہ من الشَّیطٰن الرَّجیم ۔ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

﴿اِنَّا جَعَلۡنَا مَا عَلَی الۡاَرۡضِ زِیۡنَۃً لَّہَا لِنَبۡلُوَہُمۡ اَیُّہُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا ﴿۷﴾ وَ اِنَّا لَجٰعِلُوۡنَ مَا عَلَیۡہَا صَعِیۡدًا جُرُزًا ﴿۸﴾﴾ (الکھف)

﴿قُلۡ ہَلۡ نُنَبِّئُکُمۡ بِالۡاَخۡسَرِیۡنَ اَعۡمَالًا ﴿۱۰۳﴾ اَلَّذِیۡنَ ضَلَّ سَعۡیُہُمۡ فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَ ہُمۡ یَحۡسَبُوۡنَ اَنَّہُمۡ یُحۡسِنُوۡنَ صُنۡعًا ﴿۱۰۴﴾﴾ (الکھف)

عَنۡ اَبِیۡ ھُرَیۡرَۃَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ : ((**لَا تَقُوۡمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی یُبۡعَثَ دَجَّالُوۡنَ کَذَّابُوۡنَ قَرِیۡبٌ مِّنۡ ثَلَاثِیۡنَ کُلُّھُمۡ یَزۡعُمُ اَنَّہٗ رَسُوۡلُ اللّٰہِ**))[۱]

عَنۡ اَنَسِ بۡنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم : ((**مَا مِنۡ نَبِیٍّ اِلَّا وَقَدۡ اَنۡذَرَ اُمَّتَہُ الۡاَعۡوَرَ الۡکَذَّابَ‘ اَلَا اِنَّہٗ اَعۡوَرُ وَاِنَّ رَبَّکُمۡ لَیۡسَ بِاَعۡوَرَ وَمَکۡتُوۡبٌ بَیۡنَ عَیۡنَیۡہِ ک ف ر**))[۲]

عَنۡ عِمۡرَانَ بۡنِ حُصَیۡنٍ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعۡتُ رَسُوۡلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یَقُوۡلُ : ((**مَا بَیۡنَ خَلۡقِ آدَمَ اِلٰی قِیَامِ السَّاعَۃِ خَلۡقٌ اَکۡبَرُ مِنَ الدَّجَّالِ**))[۳]

میری آج کی گفتگو کا عنوان ہے ’’تیس دجال‘ دجالی فتنہ اور دجّالِ اکبر‘‘۔ سب سے پہلے یہ سمجھ لیجیے کہ ’’دجّال‘‘ کے معنی کیا ہیں۔ عربی میں دجل مکروفریب‘ دھوکہ اور ملمع سازی وغیرہ کو کہتے ہیں۔ جیسے پیتل کے برتن پر سونے کا پانی چڑھا دیا جائے تو وہ سونے کا بنا ہوا لگتا ہے‘ یعنی سونے کے پانی نے پیتل کو چھپا لیا۔ اسی طرح تانبے کے برتن کے

اوپر چاندی پھیر دی جائے تو وہ چاندی کا لگتا ہے۔ گویا کہ اس چاندی نے اس کے تانبا ہونے کو چھپا لیا۔ یہ ہے دجل۔ یا انسان کا اپنے بارے میں ایسا دعویٰ کرنا جو حقیقت پر مبنی نہ ہو' یہ دجل و فریب ہے۔

قرآن' حدیث اور فتنۂ دجّال

دوسری بڑی اہم بات یہ جان لیجیے کہ دجّالی فتنے کا ذکر قرآن مجید میں بھی ہے اور حدیث شریف میں بھی ہے۔ البتہ لفظ ''دجّال'' پورے قرآن میں کہیں نہیں آیا' بلکہ دجل کے مادے سے کوئی ایک لفظ بھی قرآن میں نہیں آیا' البتہ احادیث نبویہؐ سے ہمیں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا کہ دجّالی فتنے سے بچنے کے لیے سورۃ الکہف کا مطالعہ بہت ضروری ہے۔ آپﷺ سے یہ بھی منقول ہے کہ جو شخص ہر جمعہ کو سورۃ الکہف پڑھے گا وہ دجّال کے فتنے سے محفوظ رہے گا۔ احادیث میں سورۃ الکہف کی ابتدائی اور آخری آیات کی خصوصی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ اس اعتبار سے دجّال اور دجّالیت کا ایک تذکرہ ہے ازروئے قرآن اور دجّال اور دجّالیت کا ایک تذکرہ ہے ازروئے حدیث۔ اس کو ایک مثال سے یوں سمجھئے کہ جیسے سود دو قسم کے ہیں۔ ایک ہے ''ربا النسیئة'' کہ کسی رقم کو ادھار دینے پر اُس مہلت کے بدلے سود لینا' جس کا قرآن میں بطور ''ربا'' ذکر ہے۔ جبکہ ایک سود کا ذکر حدیث میں ہے جسے ''ربا الفضل'' یا ''ربا الحدیث'' کہتے ہیں۔ رسول اللہﷺ نے چھ چیزیں معین کر دیں کہ ان کا ایک دوسرے سے اگر تبادلہ کرنا ہو تو بالکل برابر کی مقدار میں کیا جائے' یعنی یدًا بیدٍ۔ یہ چھ چیزیں ہیں: سونا' چاندی' گندم' جو' کھجور اور نمک۔ مثلاً کھجوروں میں ایک گھٹیا کھجور ہے اور ایک بڑھیا کھجور ہے۔ اب کوئی کہے کہ آپ مجھے دو کلو گھٹیا کھجور دیں' میں اس کے بدلے ایک کلو بڑھیا کھجور دیتا ہوں تو یہ حرام ہو جائے گا' یہ سود ہے۔ ہاں' گھٹیا کو درہم یا دینار کے عوض بیچو اور اس سے بڑھیا خریدو! اس لیے کہ یہ بات معین نہیں ہو رہی کہ گھٹیا کھجور کی کتنی مقدار برابر ہوگی بڑھیا کھجور کے' لہٰذا اس میں گھپلے کا امکان ہے۔ اسی طرح گندم اور دوسری کھانے پینے کی چیزوں کا معاملہ ہے۔

اسی طرح ایک دجّال اور دجّالیت کا ذکر قرآن مجید میں ہے اور ایک دجّال اور دجّالیت کا ذکر حدیث میں ہے۔ اس کو علیحدہ علیحدہ سمجھ لیجیے۔ قرآن مجید کی رو سے اصل دجّال یہ دنیا ہے۔ یہ دنیا ہمیں اپنے اندر گم کر رہی ہے۔ ہمیں آخرت یاد نہیں ہے' حالانکہ ہمارا اصل گھر وہ ہے۔ جیسے کوئی مسافر کسی کام کے سلسلے میں راولپنڈی سے کراچی جائے' جبکہ اس کے اہل وعیال راولپنڈی میں ہوں' اور اسے واپس آنا تھا لیکن وہاں جا کر اسے کوئی ایسی دلچسپی مل گئی کہ اس میں گم ہو گیا۔ تو یہ گویا دجل ہے کہ وہاں کی چمک دمک نے اسے مبہوت کر کے رکھ دیا اور اپنے اندر جذب کر لیا۔ وہ گھر والوں کو بھول گیا کہ میرے بچے کہاں ہیں' میرا گھر کہاں ہے۔ اسی طرح ہم اصل میں عالمِ امر کے مسافر ہیں۔ از روئے الفاظِ قرآنی: ﴿اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ﴾ ہم اللہ ہی کے پاس سے آئے ہیں اور ہمیں اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ البتہ ہمارا خاکی وجود زمین سے آیا ہے اور یہ زمین ہی میں لوٹ جائے گا۔ ارشادِ ربّانی ہے: ﴿مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ﴿٥٥﴾﴾ (طٰہٰ) ''اسی (مٹی) سے ہم نے تمہیں پیدا کیا اور اسی میں ہم تمہیں لے جائیں گے (تم دوبارہ مٹی میں مل کر مٹی ہو جاؤ گے) اور پھر اسی میں سے ہم تمہیں دوبارہ نکال لائیں گے''۔ اب یہ جو تھوڑا سا وقت آیا ہے جس میں ہمارا عالمِ ارواح اور اِس عالمِ مادی کا سفر جڑ گیا ہے' یعنی ماں کے پیٹ سے پیدائش کے بعد سے لے کر قبر کے پیٹ میں اترنے تک' اگر ہم اسی کو اصل زندگی سمجھ بیٹھیں تو مارے گئے! ہماری اصل زندگی تو کچھ اور ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ۭ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿٦٤﴾﴾ (العنکبوت)

''اور یہ دنیا کی زندگی محض کھیل اور تماشے کے سوا کچھ بھی نہیں' اور یقیناً اصل زندگی آخرت کی ہے' کاش کہ انہیں معلوم ہو جائے!''

اس حقیقت کو ایک سادہ سی مثال سے سمجھا جا سکتا ہے۔ تین گھنٹے کا ایک ڈرامہ ہوتا ہے جس میں کسی کو بادشاہ کا کردار دے دیا جاتا ہے' اسے اعلیٰ کپڑے پہنائے جاتے ہیں'

اس کے سر پر تاج رکھا جاتا ہے۔ وہ گویا تین گھنٹے تک بادشاہ ہے۔اسی طرح اُس ڈرامے میں کسی کو فقیر بنا دیا جاتا ہے' اسے پھٹے پرانے کپڑے پہنائے جاتے ہیں اور وہ گویا تین گھنٹے تک فقیر ہے۔ جب ڈرامہ ختم ہوتا ہے تو نہ بادشاہ بادشاہ ہوتا ہے نہ فقیر فقیر ہوتا ہے۔ بادشاہ سے وہ شاہانہ لباس' وہ سنہری قبا اور تاج واپس لے لیا جاتا ہے۔ اب وہ محض ایک ایکٹر کا ایکٹر رہ جاتا ہے۔ایسے ہی وہ فقیر بھی کوئی حقیقی فقیر نہیں تھا۔ یہی حقیقت اس زندگی کی ہے' جبکہ اصل زندگی آخرت کی ہے۔

آخرت کی زندگی اصل کس اعتبار سے ہے' اس کا میں تجزیہ کر کے آپ کو بتاتا ہوں۔اس دنیا میں تین دجّال ہیں۔ایک دجال ہے یہ کائنات بمقابلہ خالقِ کائنات۔ ہم خالق کو بھول گئے' اس کائنات میں منہمک ہو گئے۔اسی کو دیکھ رہے ہیں' پڑھ رہے ہیں' لکھ رہے ہیں' تجربات کر رہے ہیں کہ یہ کائنات کیسے وجود میں آئی۔ یہ کائنات دجّال بن گئی ہے' دجل بن گئی ہے اللہ سے بھلانے کے لیے۔ دوسرا دجّال ہے جسم بمقابلہ روح۔ روح کو ہم بھول گئے' البتہ جسم کی ہمیں فکر ہے۔جسم کھانے کو مانگتا ہے تو دوڑتے ہیں' کھانا کھاتے ہیں۔آنکھ میں کوئی پھنسی نکل آئے تو ڈاکٹروں کے پاس دوڑتے ہیں۔ دانت میں درد ہو جائے تو رات کو دو بجے جا کر ڈاکٹر کا دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں۔ہمیں اپنے جسم کی اتنی فکر ہے جبکہ روح کی فکر بالکل نہیں ہے۔ روح کا تو پتا ہی نہیں ہے کہ ہے بھی یا نہیں۔تو یہ جسم روح کے لیے حجاب بن گیا' پردہ اور آڑ بن گیا' اوٹ بن گیا' دجّال بن گیا۔تیسرا دجّال آخرت کے مقابلے میں یہ عالمِ دنیا ہے۔ یہ تین دجّال ہیں۔

فتنۂ دجال کے تناظر میں سورۃ الکہف کی اہمیت

اب دیکھئے سورۃ الکہف اس کا علاج کیوں ہے؟ آخر کوئی وجہ تو لازماً ہے! یہ اہم ترین بات ہے جو میں آپ کو سمجھا رہا ہوں۔ احادیث میں دجال کی جو صفات اور کردار آیا ہے پوری سورۃ الکہف میں اس کا کہیں تذکرہ ہی نہیں۔تو میں دراصل پہلے قرآن کی رو سے جو دجّال ہے اس کو سمجھانا چاہتا ہوں' پھر حدیث کی رو سے دجال کی وضاحت

کروں گا۔ سورۃ الکہف میں یوں سمجھئے کہ دو بانس گاڑ دیے گئے' ایک پہلے رکوع میں اور ایک آخری میں۔ ان پر ایک ڈور باندھ دی گئی اور اس ڈور میں تین چار مقامات پرو دیے گئے۔ شروع میں ہے: ﴿اِنَّا جَعَلۡنَا مَا عَلَی الۡاَرۡضِ زِیۡنَۃً لَّهَا﴾ (آیت ۷) ''ہم نے زمین پر جو کچھ ہے اسے اس کا زیور بنا دیا ہے''۔ کیا ہی دل کو لبھانے والا' دل کو کھینچنے والا زیور ہے! کہیں پر خوبصورت محل بنا ہوا ہے' کیا کہنے اس کے! کیا ٹھکانہ اس کا! کہیں فلک بوس جڑواں ٹاورز بنے ہوئے ہیں' جنہیں دیکھنے کے لیے ٹوپی گرانی پڑتی ہے۔ تو جو کچھ زمین پر ہے زمین کی آرائش و زیبائش ہے۔ ﴿لِنَبۡلُوَهُمۡ اَیُّهُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا ﴿۷﴾﴾ ''تاکہ ہم انہیں آزمائیں کہ کون اُن میں سے اچھے عمل کرتا ہے''۔ ﴿وَ اِنَّا لَجٰعِلُوۡنَ مَا عَلَیۡهَا صَعِیۡدًا جُرُزًا ﴿۸﴾﴾ ''اور یقیناً جو کچھ اس زمین پر ہے اس سب کو ہم بالآخر ایک چٹیل میدان بنا دینے والے ہیں''۔ اس میں ہم نے تمہارے لیے ایک امتحان رکھا ہے کہ کون اچھے عمل کرتا ہے۔ گویا۔

رُخِ روشن کے آگے شمع رکھ کر وہ یہ کہتے ہیں
اُدھر جاتا ہے دیکھیں یا اِدھر پروانہ آتا ہے!

یعنی یہ امتحان کہ انسان کی توجہ اِس دنیا کی طرف رہتی ہے یا ہماری طرف؟ یہ دنیا سے محبت کرتا ہے یا ہم سے؟ لیکن یہ تو دنیا میں گم ہوگیا ہے۔ ہمیں تو یہ بھول گیا ہے! ہماری طرف تو اِس کی توجہ ہی نہیں ہے! چوبیس گھنٹے کی سوچ دنیا کے لیے ہے' دن رات کی بھاگ دوڑ دنیا کے لیے ہے۔ تو فرمایا: ﴿اِنَّا جَعَلۡنَا مَا عَلَی الۡاَرۡضِ زِیۡنَۃً لَّهَا﴾ کہ یہ سب کچھ تو زمین کی زینت ہے' اس کا بناؤ سنگھار ہے۔ قرآن ایک اور جگہ فرماتا ہے کہ زمین بنجر پڑی ہوئی تھی' بے آب و گیاہ تھی' بارش ہوئی تو اب وہاں سبزہ اُگ آیا ہے۔ اسے ''اَلزِّیۡنَۃ'' کہا گیا ہے کہ اب زمین سنگھار کر رہی ہے۔ جھاڑیوں میں نئے نئے پتے آ گئے ہیں' یہ زمین کا گہنہ اور زیور ہیں' زمین کا بناؤ سنگھار ہیں۔ یہ سب کچھ اس غرض سے پیدا کیا گیا ہے ﴿لِنَبۡلُوَهُمۡ اَیُّهُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا ﴿۷﴾﴾ ''تاکہ ہم انہیں آزمائیں کہ ان میں سے کون اچھے عمل کرنے والے ہیں''۔

اس ضمن میں ایک نکتہ اور نوٹ کر لیجیے۔ دنیا جتنی زیادہ حسین ہوگی یہ فتنہ اتنا ہی بڑھ جائے گا۔ آج کی دنیا کا معاملہ یہ ہے کہ آدمی اگر پہلی دفعہ امریکہ جائے تو دنگ رہ جاتا ہے' اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جاتی ہیں کہ ایسی ایسی عالی شان عمارات ہیں' ایسے ایسے پل ہیں' چار چار کی تعداد میں خوبصورت سڑکیں ہیں کہ اِدھر بھی چار اور اُدھر بھی چار۔ گاڑیاں چل رہی ہیں تو بالکل اپنی لائن کے اندر' مجال ہے کہ اِدھر سے اُدھر ہو جائیں۔ اگر اِدھر اُدھر ہونا ہو تو کافی دیر پہلے سے indicator دینا پڑتا ہے۔ یہ سارے مناظر دیکھ کر آدمی انہی میں گم ہو جاتا ہے۔ بقول علامہ اقبال ؎

کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے
مؤمن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہیں آفاق!

تو دنیا جتنی حسین ہوگی اتنی ہی اپنے آپ کو ہمارے لیے دلکش بنا دے گی' اتنے ہی ہم اس کی طرف کھنچتے چلے جائیں گے' اتنے ہی ہم اس کی زلفِ گرہ گیر کے اسیر ہوتے جائیں گے' اس عروسِ ہزار داماد کے عاشق ہو جائیں گے۔ آج یورپ اور امریکہ میں یہ دلکشی بہت بڑھ گئی ہے۔ جیسے اقبال کہتے ہیں:

"The glittering exterior of present western civilization."

یعنی ؎

نظر کو خیرہ کرتی ہے چمک تہذیبِ حاضر کی
یہ صنّاعی مگر جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے!

اس کی چمک سے آنکھیں چندھیا جاتی ہیں' لیکن درحقیقت اس میں جھوٹے نگ لگے ہوئے ہیں' سچے نہیں ہیں۔

یہ تو ہو گئیں پہلے رکوع کی دو آیات۔ اب آخری رکوع کی دو آیات ملاحظہ کیجیے:

﴿قُلۡ هَلۡ نُنَبِّئُكُمۡ بِالۡاَخۡسَرِيۡنَ اَعۡمَالًا ۝۱۰۳ اَلَّذِيۡنَ ضَلَّ سَعۡيُهُمۡ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَهُمۡ يَحۡسَبُوۡنَ اَنَّهُمۡ يُحۡسِنُوۡنَ صُنۡعًا ۝۱۰۴﴾

''(اے نبیؐ!) ان سے کہیے کیا ہم تمہیں بتائیں کہ اپنی جدوجہدِ زندگی کے اعتبار

سے بہت زیادہ خسارے میں کون ہیں؟ وہ کہ جن کی ساری محنت و مشقت دنیا کی زندگی ہی کے اندر گم ہو کر رہ گئی اور وہ سمجھتے رہے کہ ہم بڑا اچھا کام کر رہے ہیں (ہم بڑے کامیاب ہیں)''۔

''اَخۡسَرِیۡنَ'' کا مطلب ہے سب سے زیادہ خسارے میں رہنے والے۔ جیسے ''کَبِیۡر'' کا مطلب ہے بڑا اور ''اَکۡبَر'' کا مطلب ہے سب سے بڑا۔ اسی طرح ''خَاسِرٌ'' سے ''اَخۡسَر'' بنا ہے' یعنی سب سے زیادہ خسارے میں رہنے والا۔ تو فرمایا جا رہا ہے کہ اپنی مشقت کے نتیجے کے اعتبار سے سب سے زیادہ گھاٹے میں رہنے والے وہ لوگ ہیں جن کی ساری محنت و مشقت دنیا ہی کے اندر گم ہو کر رہ گئی اور وہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم بڑے کامیاب ہیں' بہت اچھا کام کر رہے ہیں! دو سال پہلے ہماری صرف ایک ٹیکسٹائل مل تھی اور آج تین ہیں۔ میرا پہلے سادہ سا مکان تھا' لیکن آج میں نے کیسا محل بنالیا ہے! تو وہ سمجھتے ہیں ہم کامیاب ہو رہے ہیں' حالانکہ وہ بڑے خسارے میں ہیں۔ تو یہ دو بانس ہو گئے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں جو کچھ بنایا وہ بطور زینت بنایا کہ اس سے محبت کرتے ہو یا اللہ سے؟ اور یہ بھی واضح کر دیا کہ جو دنیا کی محبت میں پھنس گئے سب سے زیادہ گھاٹے اور خسارے میں رہنے والے وہی ہیں۔ یہ گویا ایک ستون ہو گیا۔

دوسرا ستون سورۃ الکہف کی آیات ۲۸ اور ۴۶ ہیں۔ آیت ۲۸ میں فرمایا گیا:

﴿وَاصۡبِرۡ نَفۡسَکَ مَعَ الَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ رَبَّہُمۡ بِالۡغَدٰوۃِ وَالۡعَشِیِّ یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡہَہٗ وَلَا تَعۡدُ عَیۡنٰکَ عَنۡہُمۡ ۚ تُرِیۡدُ زِیۡنَۃَ الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا ۚ﴾

''اور (اے نبیؐ!) اپنے دل کو اُن لوگوں پر مطمئن رکھیے جو اپنے ربّ کی رضا کے طلب گار بن کر صبح و شام اسے پکارتے ہیں' اور اِن سے (یعنی اپنے ان غریب صحابہؓ سے) ہرگز نگاہ نہ پھیریئے! کیا آپ دنیا کی زینت پسند کرتے ہیں؟''

یعنی اے نبی ﷺ! آپؐ اپنے غریب ساتھیوں سے توجہ ہٹا کر اُدھر نہ دیکھئے جن کو ہم نے دولت دے رکھی ہے' ورنہ دیکھنے والا یہ سمجھے گا کہ آپؐ ان کی دولت اور اُن کی حیثیت و وجاہت سے متاثر ہو گئے ہیں۔ آیت ۴۶ میں فرمایا:

﴿اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا ﴿٤٦﴾﴾

’’یہ مال اور اولاد محض دُنیوی زندگی کی ایک آرائش ہے۔اصل میں تو باقی رہ جانے والی نیکیاں ہی تیرے ربّ کے نزدیک نتیجے کے لحاظ سے بہترین ہیں اور انہی سے اچھی امیدیں وابستہ کی جاسکتی ہیں‘‘۔

یعنی یہ مال اور بیٹے محض دنیا کی زندگی کی زینت ہیں۔اِدھر آنکھ بند ہوئی تو نہ مال رہے گا نہ بیٹے رہیں گے۔یہ تو محض چمک دمک ہے جس میں تم گرفتار ہو۔سورۃ التغابن میں فرمایا:

﴿اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۭ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿١٥﴾﴾

’’تمہارے اموال اور تمہاری اولاد تمہارے لیے فتنہ ہیں‘ اور اللہ ہی ہے جس کے پاس بڑا اجر ہے‘‘۔

یہاں سورۃ الکہف میں بھی وہی بات ہو رہی ہے کہ دُنیوی زندگی محض آزمائش کے لیے ہے اور باقی رہنے والے تو نیک اعمال ہیں جو تم دنیا میں کرو گے۔ باقی رہا مال تو وہ تو فانی ہے۔آج آپ کے پاس ہے تو کل کسی اور کے پاس چلا جائے گا اور آپ خالی رہ جائیں گے۔ جوئے میں یہ چیز بہت زیادہ نمایاں نظر آتی ہے کہ ایک ہار گیا اور دوسرا سارا مال اٹھا کر چل دیا۔اور یہی کچھ ہو رہا ہے اس عملی زندگی میں کہ مال کسی ایک ہی کے پاس نہیں رہتا۔

اس سورت میں اس حوالے سے ایک قصہ بیان ہوا ہے جو آیات ۶۰ تا ۸۲ پر مشتمل ہے اور دو رکوعوں پر پھیلا ہوا ہے‘ جس سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ دنیا میں چیزیں نظر کچھ اور آتی ہیں لیکن حقیقت میں ہوتی کچھ اور ہیں۔ بقولِ شاعر ؎

ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ
دیتے ہیں دھوکہ یہ بازی گر کھلا!

قصہ یہ ہے کہ حضرت موسٰی علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام دونوں کشتی میں سوار ہوئے۔دورانِ سفر حضرت خضر علیہ السلام نے کشتی کے اندر سوراخ کر دیا۔حضرت خضر علیہ السلام کا حضرت موسٰی علیہ السلام کے ساتھ معاہدہ یہ ہوا تھا کہ آپ میرے ساتھ رہیں گے تو میرے کسی کام پر سوال

نہیں کریں گے جب تک میں خود نہ بتاؤں۔ لیکن حضرت موسیٰؑ جلالی مزاج کے آدمی تھے' چپ کیسے رہ سکتے تھے! فرمایا: ﴿اَخَرَقۡتَهَا لِتُغۡرِقَ اَهۡلَهَا ۚ لَقَدۡ جِئۡتَ شَيۡـًٔا اِمۡرًا ﴿۷۱﴾﴾ ''کیا آپ نے اس کشتی میں سوراخ کر دیا تاکہ آپ کشتی کے تمام مسافروں کو ڈبو دیں؟'' حضرت خضرؑ نے فرمایا: ﴿اَلَمۡ اَقُلۡ اِنَّكَ لَنۡ تَسۡتَطِيۡعَ مَعِىَ صَبۡرًا ﴿۷۲﴾﴾ ''میں نے کہا نہیں تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکیں گے؟'' پھر آگے چلے تو انہوں نے ایک نوجوان کو قتل کر دیا۔ اس پر حضرت موسیٰؑ جلال میں آ گئے اور فرمایا: ﴿اَقَتَلۡتَ نَفۡسًا زَكِيَّةًۢ بِغَيۡرِ نَفۡسٍ ؕ لَقَدۡ جِئۡتَ شَيۡـًٔا نُّكۡرًا ﴿۷۴﴾﴾ ''کیا آپ نے بغیر اس کے کہ اس نے کسی کو قتل کیا ہو' ایک بے گناہ نوجوان کو قتل کر دیا؟ آپ نے بہت برا کام کیا ہے''۔ حضرت خضرؑ نے پھر فرمایا: ﴿اَلَمۡ اَقُلۡ لَّكَ اِنَّكَ لَنۡ تَسۡتَطِيۡعَ مَعِىَ صَبۡرًا ﴿۷۵﴾﴾. آگے چل کر دونوں ایک بستی میں پہنچے۔ بھوک سے برا حال تھا۔ بستی والوں سے کہا کہ ہم مسافر ہیں ہمیں کھانا کھلاؤ۔ انہوں نے کھانا کھلانے سے انکار کر دیا۔ اب حضرت موسیٰؑ کو بستی والوں پر غصہ آ رہا تھا۔ وہ دونوں چلتے چلتے ایک دیوار کے پاس سے گزرے جو ٹیڑھی ہو چکی تھی اور گرنے والی تھی۔ حضرت خضر علیہ السلام نے اسے سیدھا کر دیا۔ اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اِن بدمعاش لوگوں نے ہمیں کھانے کو کچھ نہیں دیا اور آپ نے بغیر کسی مزدوری کے ان کے لیے دیوار درست کر دی۔ ﴿لَوۡ شِئۡتَ لَتَّخَذۡتَ عَلَيۡهِ اَجۡرًا ﴿۷۷﴾﴾ ''اگر آپ چاہتے تو اس پر (اُن سے کچھ) اُجرت لے سکتے تھے''۔ کچھ کھانے کو تو ملتا۔ حضرت خضرؑ نے کہا اب یہ میرے اور آپ کے درمیان جدائی کا راستہ ہے۔

پھر انہوں نے بالترتیب ان کاموں کی حقیقت بتائی کہ وہ کشتی جو غریب لوگوں کی تھی' جدھر جا رہی تھی اُدھر آگے ایک بادشاہ تھا جو ہر کشتی کو ضبط کر رہا تھا۔ میں نے کشتی میں عیب پیدا کر دیا' اب وہ یہ عیب دار کشتی نہیں لے گا۔ اس طرح کشتی تو بچ جائے گی' البتہ اس میں جو سوراخ ہے اسے بعد میں درست کر لیا جائے گا۔ تو میں نے تو بھلائی کی ہے جسے آپ برائی سمجھ رہے تھے۔ اسی طرح وہ نوجوان جسے میں نے قتل کیا ہے' اگر وہ

بڑا ہوتا تو سرکش ہوتا اور اپنے مؤمن والدین کے لیے ایذا کا موجب بنتا۔ تو ہم نے چاہا کہ اس کو اللہ لے جائے اور انہیں اچھی اولاد دے' لہٰذا میں نے اسے قتل کر دیا۔ اور یہ جو گرنے والی دیوار کو میں نے درست کر دیا' یہ دو یتیم بچوں کی ملکیت ہے اور اس کی بنیاد میں اُن کے والد نے جو ایک نیک آدمی تھا' کچھ دولت گاڑ رکھی تھی تاکہ یہ جوان ہو کر نکال لیں۔ اگر وہ دیوار گر جاتی تو ابھی سے وہ دولت نکل آتی اور لوگ اٹھا کر لے جاتے جبکہ وہ دونوں ابھی نابالغ ہیں۔ اور کہا کہ: ﴿وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِیْ﴾ ''اور میں نے یہ اپنے اختیار سے نہیں کیا'' بلکہ یہ اللہ کا حکم تھا۔ یعنی اللہ دنیا میں جس طریقے سے نظام چلا رہا ہے ایک اُس کا ظاہر ہے اور ایک اُس کا باطن ہے۔ تم ظاہری حیثیت سے سمجھ رہے ہو کہ یہ اچھا کام ہے اور یہ برا کام ہے۔ جسے تم برا سمجھ رہے تھے باطن میں اللہ تعالیٰ نے اس میں خیر رکھا تھا۔ کشتی کو عیب دار کرنے سے کشتی بچ گئی' ورنہ ان مسکینوں کے پاس روزی کمانے کا یہ واحد ذریعہ ختم ہو جاتا' کیونکہ بادشاہ نے اس پر قبضہ کر لینا تھا۔ اسی طرح وہ بچہ جوان ہوتا تو نیک والدین کے لیے سوہانِ روح بن جاتا اور گرتی ہوئی دیوار کو ہم نے اس لیے بچایا ہے کہ وہ دو یتیم بچوں کی تھی۔ ان کا باپ بہت نیک آدمی تھا اور اس نے اپنے بڑھاپے میں موت سے پہلے ان کے لیے کچھ مال جمع کیا تھا جو اِن دونوں کے لیے خزانہ تھا۔ ہم نے یہ چاہا کہ یہ بڑے ہو کر اپنا خزانہ خود حاصل کریں۔

اصل بات یہ سمجھانی مقصود ہے کہ دنیا کی چمک دمک اور ہے جبکہ دنیا کی حقیقت کچھ اور ہے۔ دنیا میں پیش آنے والے واقعات بظاہر کچھ دکھائی دے رہے ہیں جبکہ پیچھے حقیقت کچھ اور ہے۔ بظاہر جسے تم خیر سمجھتے ہو حقیقت میں اُس کے اندر شر ہوتا ہے اور جسے تم شر سمجھتے ہو حقیقت میں اُس کے اندر خیر ہوتا ہے' لیکن تم جانتے نہیں۔ اسی لیے اللہ کے رسول ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دعائے استخارہ ایسے سکھائی جیسے کہ قرآن سکھایا۔ وہ دعائے استخارہ یہ ہے: ((اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ وَاَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ)) ''اے اللہ! میں تیرے علم کی بنیاد پر تجھ سے خیر کا طالب ہوں اور تیری

قدرت سے میں بھی کچھ قدرت چاہتا ہوں''۔ مجھے بھی کچھ طاقت اور اختیار عطا فرما۔ ((وَاَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ))''اور میں تجھ سے تیرے فضل عظیم میں سے فضل کا سوالی ہوں''۔ ((فَاِنَّکَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ)) ''یقیناً تو قدرت رکھتا ہے اور میں کوئی اختیار نہیں رکھتا (میں کمزور ہوں)' اور تو جانتا ہے اور میں نہیں جانتا' اور تو تمام چھپی ہوئی چیزوں کا جاننے والا ہے''۔ ((اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَۃِ اَمْرِیْ فَاقْدُرْہُ لِیْ وَیَسِّرْہُ لِیْ ثُمَّ بَارِکْ لِیْ فِیْہِ))''اے اللہ! اگر تیرے علم کے مطابق میرا یہ معاملہ میرے لیے بہتر ہے میرے دین کے اعتبار سے بھی' میری دُنیوی زندگی کے اعتبار سے بھی اور نتیجے کے اعتبار سے بھی تو اسے تو میرے لیے طے کر دے اور اسے میرے لیے آسان کر دے' پھر اس میں میرے لیے برکت ڈال دے''۔ ((وَاِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَۃِ اَمْرِیْ فَاصْرِفْہُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْہُ)) ''اور اگر تیرے علم میں یہ ہے کہ یہ معاملہ میرے لیے شر ہے میرے دین کے اعتبار سے بھی' میری دُنیوی زندگی کے اعتبار سے بھی اور نتیجے کے اعتبار سے بھی تو تُو اسے مجھ سے دُور کر دے اور مجھے اس سے دُور کر دے''۔ ((وَاقْدُرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ کَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِہٖ)) ''اور تو میرے لیے خیر ہی کا فیصلہ کر جہاں کہیں بھی وہ ہو اور مجھے اس پر راضی بھی کر دے''۔

اسی طرح سورۃ البقرۃ میں ہے:

﴿وَعَسٰٓی اَنْ تَکْرَھُوْا شَیْئًا وَّھُوَ خَیْرٌ لَّـکُمْ ۚ وَعَسٰٓی اَنْ تُحِبُّوْا شَیْئًا وَّھُوَ شَرٌّ لَّـکُمْ ؕ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۱۶﴾﴾

''اور ہو سکتا ہے کسی چیز سے تم نفرت کرو اور اسی میں تمہارے لیے خیر ہو' اور ہو سکتا ہے کسی شے سے تم محبت کرو اور وہی تمہارے لیے شر ہو۔ اور اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے''۔

اس کے علاوہ اس سورۃ میں اصحابِ کہف کا قصہ بھی نقل ہوا ہے جو آیت ۹ سے لے کر آیت ۲۶ پر پھیلا ہوا ہے اور اس میں یہ حقیقت بیان کی گئی ہے کہ اہل ایمان دنیا

کے اندر سخت ترین حالات سے بھی دوچار ہو سکتے ہیں جیسے اصحابِ کہف اپنی جان بچانے کے لیے اور اپنی توحید کو بچانے کے لیے غار میں جا کر چھپ گئے اور اللہ نے تین سو برس تک انہیں غار میں سلائے رکھا۔ اور ذوالقرنین کے قصے سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو دنیا میں غلبہ اور بادشاہت بھی دے سکتا ہے' جیسے ذوالقرنین کی مشرق و مغرب اور شمال کی فتوحات ہیں۔

اس سورت میں دجّالی فتنہ کے بارے میں ایک اور قصہ بھی آیا ہے جو آیات ۳۲ تا ۴۴ پر مشتمل ہے۔ یہ ایک اللہ والے درویش اور ایک مادہ پرست کے درمیان مکالمہ ہے جس میں ایک بڑی پیاری اور اہم بات بتائی گئی ہے کہ دنیا میں مادی صلاحیتوں اور مادی قوتوں وغیرہ پر اعتماد کرنا سب سے بڑا شرک ہے۔ دو آدمی تھے۔ ایک کو اللہ نے بہت دولت دی تھی۔ اس کے پاس انگوروں کے دو باغات تھے' جن کے گرد کھجوروں کے درخت باڑ کے طور پر لگے ہوئے تھے۔ آبپاشی کا بہت اعلیٰ نظام تھا اور درمیان میں کھیتی بھی تھی۔ پھر اللہ نے اسے اولاد بھی دے رکھی تھی۔ دوسرا شخص اللہ والا تھا' درویش تھا' اور اس کے پاس دُنیوی اعتبار سے کوئی مال و دولت نہیں تھی۔ دورانِ گفتگو دولت مند شخص درویش سے کہنے لگا: ﴿اَنَا اَکۡثَرُ مِنۡکَ مَالًا وَّ اَعَزُّ نَفَرًا ﴿۳۴﴾﴾ کہ میرے پاس مال بھی تم سے زیادہ ہے اور میری نفری بھی زیادہ ہے۔ اسی کیفیت میں وہ اپنے باغ میں داخل ہوا جبکہ وہ اپنے نفس پر ظلم کر رہا تھا۔ وہ کہنے لگا کہ میں نے ان باغوں اور کھیتی کا ایسا عمدہ بندوبست کر لیا ہے کہ ان پر کبھی کوئی تباہی اور ہلاکت آ ہی نہیں سکتی' اور مجھے کوئی گمان نہیں ہے کہ قیامت بھی وقوع پذیر ہونے والی ہے' اور بالفرض (جیسا تم کہتے ہو) مجھے میرے ربّ کی طرف لوٹا بھی دیا گیا تو وہ مجھے وہاں بھی یہاں سے بڑھ کر دے گا' اور تم وہاں بھی یہاں کی طرح خالی ہاتھ جوتیاں چٹخاتے پھرو گے۔ جواب میں اُس درویش نے کہا: تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ تم اللہ کا کفر کر رہے ہو جس نے تمہیں مٹی سے بنایا' پھر نطفہ سے بنایا' پھر پورا انسان بنا کر کھڑا کر دیا؟ یہ سارا کچھ اسی کا دیا ہوا ہے۔ کیوں نہ ایسا ہوا کہ جب تو اپنی جنت میں داخل ہوا تو تیری زبان پر یہ الفاظ آتے :

﴿مَاشَاءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ﴾ یعنی جو کچھ اللہ چاہے وہی ہوگا' میرا اور کسی کا کچھ زور نہیں ہے' ہمارا اگر کچھ بس چل سکتا ہے تو اللہ کی توفیق وتائید سے چل سکتا ہے۔ لیکن تیرا سارا توکل' دارومدار اور سارا انحصار مادی اسباب و وسائل پر ہے۔ اگر تو مجھے مال اور اولاد میں اپنے سے کمتر پا رہا ہے تو بعید نہیں کہ میرا ربّ مجھے تیرے اس باغ سے کہیں بہتر باغ عطا کر دے' اور تیرے اس باغ پر آسمان سے کوئی آفت بھیج دے جس سے وہ صاف میدان بن کر رہ جائے' یا اس کا پانی زمین میں اتر جائے اور پھر تو اسے کسی طرح نہ نکال سکے۔ اُس اللہ والے کی زبان سے نکلے ہوئے یہ الفاظ صحیح ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے اس کے باغ اور کھیتی غارت کر دیے۔ قرآن کریم کے الفاظ ملاحظہ کیجیے:

﴿وَاُحِيۡطَ بِثَمَرِهٖ فَاَصۡبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيۡهِ عَلٰى مَاۤ اَنۡفَقَ فِيۡهَا وَهِىَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوۡشِهَا وَيَقُوۡلُ يٰلَيۡتَنِىۡ لَمۡ اُشۡرِكۡ بِرَبِّىۡۤ اَحَدًا﴾

''اور اُس کا سارا ثمرہ مارا گیا اور وہ اپنے انگوروں کے باغ کو ٹٹیوں پر الٹا پڑا دیکھ کر اپنی لگائی ہوئی لاگت پر ہاتھ ملتا رہ گیا اور کہنے لگا کہ کاش! میں نے اپنے ربّ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا ہوتا''۔

یہ ہے آج کے دَور کا شرک' یعنی مادّہ پرستی۔ اس پورے رکوع میں کسی دیوی' دیوتا یا بُت کا تذکرہ نہیں ہے' لیکن چونکہ باغ والے کا سارا دارومدار اور توکّل مادّی اسباب و وسائل پر تھا لہٰذا اس نے اعتراف کیا کہ اس کا یہ طرزِ عمل اپنے ربّ کے ساتھ شرک کے مترادف تھا۔

اسی سورۂ مبارکہ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا تَقُوۡلَنَّ لِشَاىۡءٍ اِنِّىۡ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ۙ‏ اِلَّاۤ اَنۡ يَّشَآءَ اللّٰهُ﴾ (آیات ۲۳'۲۴) ''اور کسی چیز کے بارے میں کبھی یہ نہ کہا کرو کہ میں کل یہ کام کروں گا۔ (تم کچھ نہیں کر سکتے) اِلّا یہ کہ اللہ چاہے''۔ فرض کیجیے آپ نے سفر کرنا ہے' آپ نے اپنی گاڑی کی سروس کروا لی ہوئی ہے اور تیل کی ٹینکی بھی بھری ہوئی ہے تب بھی آپ کبھی یہ نہ کہیں کہ میں صبح اٹھ کر سفر پر چل دوں گا۔ اس لیے کہ جب تک اللہ نہیں چاہے گا آپ نہیں جاسکیں گے۔ بلکہ کہیے ''اِن شاء اللہ

میں صبح جاؤں گا''۔ ان شاء اللہ' ماشاء اللہ' سبحان اللہ' الحمد للہ' یہ کلمات ہماری تہذیب کے مظاہر ہیں۔ متذکرہ بالا واقعہ میں اللہ والا شخص دوسرے سے کہتا ہے: ﴿وَلَوْ لَا اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَکَ قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰہُ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ﴾ (آیت ۳۹) کہ تم باغ میں داخل ہوئے' تم نے دیکھا بڑا حسین منظر ہے تو تمہیں ''ماشاء اللہ'' کہنا چاہیے تھا کہ اللہ نے جو چاہا وہی ہے' میرے کیے کچھ نہیں ہوا ہے۔ اسی طرح پیاس لگی ہوئی تھی' پانی پیا اور پیاس بجھی تو کہنا چاہیے ''الحمد للہ'' کہ اللہ نے ہی پانی میں یہ صلاحیت رکھی ہے۔ ایسے ہی نقاہت ہو رہی تھی' کھانا کھایا تو اب جسم توانا ہے تو ''الحمد للہ'' کہنا چاہیے۔ پھول دیکھا تو پھول کی تعریف نہیں بلکہ سبحان اللہ کہنا چاہیے کہ اللہ پاک ہے۔ اصل حسین تو وہ ہے جس نے یہ پھول بنایا ہے۔ تو یہ ہمارے مجلسی کلمات یوں سمجھئے توحید کے خزانے ہیں۔

یہ ہے سورۃ الکہف کی اصل ہدایت کہ دنیا کے بجائے آخرت کو حقیقی منزل سمجھو۔ دنیا کے بجائے آخرت کو اپنا گھر سمجھو۔ دنیا کے بجائے اللہ کو اپنا مقصود و مطلوب مانو! تمہارا ایمان ہونا چاہیے کہ: لَا مَطْلُوْبَ اِلَّا اللّٰہُ' لَا مَقْصُوْدَ اِلَّا اللّٰہُ' لَا مَحْبُوْبَ اِلَّا اللّٰہُ۔ اور بدن سے زیادہ اپنی روح کی فکر کرو۔ یہ ہے دجل کا فلسفہ جو قرآن بیان کرتا ہے۔ اور جس پہلو سے سورۃ الکہف اس فتنے کے توڑ کے لیے مفید ہے وہ میں نے واضح کر دیا۔

دجّال اور دجّالیت ——— احادیث کی روشنی میں

اب آیئے حدیث کی طرف کہ احادیث نبویؐ میں دجال کس مفہوم میں آیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی یَخْرُجَ ثَلَاثُوْنَ دَجَّالُوْنَ کُلُّھُمْ یَزْعُمُ اَنَّہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ)) (٤)

''قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک کہ تیس دجّال نہ نکل آئیں۔ اُن میں سے ہر ایک کا یہ خیال ہوگا کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔''

ایک حدیث میں الفاظ ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((وَاِنَّهٗ سَيَكُوْنُ فِيْ اُمَّتِيْ ثَلَاثُوْنَ كَذَّابُوْنَ كُلُّهُمْ يَزْعُمُ اَنَّهٗ نَبِيٌّ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ)) (۵)

''اور یقیناً (قیامت کے قریب) تیس جھوٹے پیدا ہوں گے' ان میں سے ہر ایک کا خیال ہوگا کہ میں نبی ہوں' حالانکہ میں (محمدﷺ) آخری نبی ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں۔''

تیس دجّال وہ جھوٹے نبی ہیں جنہوں نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ چھ سات تو حضورﷺ کے زمانے میں ہی پیدا ہو گئے تھے جن کے خلاف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جہاد کیا۔ مسیلمہ کذاب کے ساتھ مقابلے میں صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے پانچ سو حفاظِ کرام شہید ہو گئے۔ تب فکر پیدا ہوئی کہ قرآن مجید کو کتابی شکل میں مرتب کیا جائے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قرآن کو مصحف کی شکل میں مرتب کیا جس کے لیے ''مابین الدُّفتَین'' کے الفاظ ملتے ہیں۔ رسول اللہﷺ نے فرمایا کہ ''میری اُمت میں سے تیس جھوٹے دجّال اٹھیں گے''۔ ظاہر بات ہے عرب میں جتنے بھی جھوٹے مدعیانِ نبوت اُٹھے تھے وہ اُمتِ محمدؐ میں سے ہی اٹھے تھے۔ اس لیے کہ سن نو ہجری کے بعد پورا عرب ایمان لے آیا تھا۔ اُن میں سے سجاح بنت حارثہ نامی ایک عورت بھی تھی جس نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ تو ایک ''دجل'' یا ''دجّال'' یہ ہے جس کا حدیث میں ذکر ہے۔

دوسرا دجّال جس کے بارے میں حدیث خبر دیتی ہے وہ ایک انسان ہوگا جو خدا ہونے کا دعویٰ کرے گا۔ اسے قوائے طبیعیہ اور Forces of the Nature پر اور اس کائنات کے عناصر پر مکمل قدرت اور کنٹرول ہوگا۔ وہ کھانے کو اسی کو دے گا جو اسے خدا مانے گا' جو نہیں مانے گا اس کا رزق بند کر دے گا اور اس کو نہ ماننے والوں کا قتلِ عام کرے گا۔ اہل ایمان کے لیے یہ عظیم ترین امتحان ہوگا۔ رسول اللہﷺ فرماتے ہیں کہ یہ فتنہ اتنا بڑا ہوگا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے لے کر قیامت تک کوئی فتنہ اس سے بڑا نہیں ہے۔ حضرت عمران بن حُصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا:

((مَا بَیْنَ خَلْقِ آدَمَ اِلٰی قِیَامِ السَّاعَةِ خَلْقٌ اَکْبَرُ مِنَ الدَّجَّالِ))[٦]

''آدم (علیہ السلام) کی تخلیق سے لے کر قیامت تک کوئی فتنہ دجّال سے بڑا نہیں ہے''۔

ایک اور حدیث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَا مِنْ نَبِیٍّ اِلَّا وَقَدْ اَنْذَرَ اُمَّتَهُ الْاَعْوَرَ الْکَذَّابَ' اَلَا اِنَّهُ اَعْوَرُ وَاِنَّ رَبَّکُمْ لَیْسَ بِاَعْوَرَ وَمَکْتُوْبٌ بَیْنَ عَیْنَیْهِ ک ف ر))[٧]

''ہر نبی نے اپنی اُمت کو اس کانے جھوٹے (دجّال) سے باخبر کیا ہے۔ سنو! یقیناً وہ کانا ہوگا' اور یقیناً تمہارا ربّ ہرگز یک چشم نہیں ہے۔ اور اس (کانے دجّال) کی آنکھوں کے درمیان ''ک ف ر'' لکھا ہوگا''۔ (بعض روایات میں ہے کہ ''کافر'' لکھا ہوگا)

یعنی وہ دجّال جو خدائی کا دعویٰ کرے گا وہ یک چشم ہوگا۔ ہمارے ہاں ''کانا دجّال'' مشہور ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک زمانے میں جب اسرائیل نے یروشلم فتح کر لیا تھا تو اُس وقت اسرائیل کا وزیر دفاع موشے دایان بھی کانا تھا۔ وہ ایک آنکھ کے اوپر پردہ لگائے رکھتا تھا' لہٰذا کچھ لوگوں نے کہا کہ یہی ''کانا دجّال'' ہے۔ بہرحال وہ دجّال جس سے اُمت کو خبردار کیا گیا ہے' وہ آئے گا تو خدائی کا دعویٰ کرے گا کہ مجھے سجدہ کرو اور مجھے مانو تو تمہیں رزق ملے گا' ورنہ تمہارا دانہ پانی بند کر دیا جائے گا۔ ذرا سوچیے اگر فی الواقع ایک ایسی قادرِ مطلق شخصیت دنیا میں آ جائے جسے اللہ تعالیٰ خدائی اختیارات دے دے تو ہم میں سے کتنے ہوں گے جو ثابت قدم رہ جائیں گے! یہ سب ہماری آزمائش کے لیے ہوگا کہ دیکھیں پھر بھی ہم اللہ پر ایمان رکھتے ہیں یا اُس دھوکے باز کے فتنے میں آ جاتے ہیں۔

اس دجّال کی صفات کیا ہوں گی وہ جان لیجیے! صحیح مسلم کی ایک طویل حدیث میں اس دجّال کے الفاظ نقل ہوئے ہیں:

فَاَسِیْرَ فِی الْاَرْضِ فَلَا اَدَعَ قَرْیَةً اِلَّا هَبَطْتُهَا فِیْ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً غَیْرَ مَکَّةَ وَطَیْبَةَ وَهُمَا مُحَرَّمَتَانِ عَلَیَّ کِلْتَاهُمَا[٨]

''پس میں زمین میں گھوموں گا اور دنیا میں کوئی بستی ایسی نہیں ہوگی جس میں مَیں قدم نہ رکھوں چالیس راتوں (یعنی چالیس دن رات) کے اندر سوائے مکہ اور مدینہ منورہ کے' کیونکہ یہ دونوں مجھ پر حرام ہیں''۔

کنز العمال میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:((مَا بَیْنَ حَافِرِ حِمَارِہٖ اِلَی الْحَافِرِ الْآخِرِ مَسِیْرَۃُ یَوْمٍ وَلَیْلَۃٍ)) ''اُس کے گدھے کے ایک قدم سے دوسرے قدم تک کا درمیانی فاصلہ اتنا ہوگا جتنا فاصلہ انسان ایک دن اور رات کے سفر میں طے کرتا ہے۔'' یہ بھی فرمایا کہ اس کے دونوں کانوں کے درمیان اسّی ہاتھ کا فاصلہ ہوگا اور کان تیس تیس ہاتھ لمبے ہوں گے۔((یُنَادِیْ بِصَوْتٍ لَہٗ یَسْمَعُ مَا بَیْنَ الْحَافِقَیْنِ)) ''وہ لوگوں کو ایسی آواز کے ساتھ پکارے گا کہ مشرق و مغرب کے سب لوگ سنیں گے''۔((سُخِّرَتْ لَہٗ اَنْھَارُ الْاَرْضِ وَآثَارُھَا)) ''اس کے لیے زمین کی نہریں اور اس کے آثار مسخر کر دیے جائیں گے''۔((یَاْمُرُ السَّمَاءَ فَتُمْطِرُ وَالْاَرْضَ فَتُنْبِتُ)) ''وہ آسمان کو (پانی کا) حکم دے گا تو وہ بارش برسائے گا اور زمین کو حکم دے گا تو وہ پیداوار دے گی''۔ کنز العمال ہی کی ایک اور روایت میں الفاظ آتے ہیں' اور یہ الفاظ مسند احمد میں بھی ہیں:((وَیَمُرُّ بِالْخَرِبَۃِ فَیَقُوْلُ لَھَا اَخْرِجِیْ کُنُوْزَکِ فَتَتْبَعُہٗ کُنُوْزُھَا)) ''اور وہ کسی ویران جگہ سے گزرے گا تو اس کو حکم دے گا کہ نکالو اپنے خزانے (یعنی پیداوار نکالو) تو وہ نکال دے گی''۔

اس سلسلے کی ایک متفق علیہ حدیث بھی ہے۔ حضرت رِبعی بن حِراش رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت ابومسعود انصاریؓ نے حضرت حذیفہؓ سے فرمایا کہ آپ مجھے دجّال کے بارے میں وہ حدیث سنائیے جو آپ نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

((اِنَّ مَعَ الدَّجَّالِ اِذَا خَرَجَ مَاءً وَنَارًا فَاَمَّا الَّذِیْ یَرَی النَّاسُ اَنَّھَا النَّارُ فَمَاءٌ بَارِدٌ وَاَمَّا الَّذِیْ یَرَی النَّاسُ اَنَّہٗ مَاءٌ بَارِدٌ فَنَارٌ تُحْرِقُ' فَمَنْ اَدْرَکَ مِنْکُمْ فَلْیَقَعْ فِی الَّذِیْ یَرٰی اَنَّھَا نَارٌ فَاِنَّہٗ عَذْبٌ بَارِدٌ))

''یقیناً جب دجّال آئے گا تو اس کے ساتھ پانی بھی ہوگا اور آگ بھی ہوگی۔
پس جو لوگوں کو آگ نظر آ رہی ہوگی وہ (درحقیقت) پانی ہوگا (ٹھنڈا اور میٹھا)
اور جو لوگوں کو ٹھنڈا پانی نظر آ رہا ہوگا وہ (حقیقت میں) آگ ہوگی جو جلا کر رکھ
دے گی۔ پس تم میں سے جس کا بھی سابقہ دجّال کے ساتھ پیش آئے اُسے اس
آگ کی طرف جانا چاہیے' یقیناً وہ (حقیقت میں) ٹھنڈا اور میٹھا پانی ہوگا''۔

ظاہر ہے دنیا تو مادے پر ایمان و یقین رکھتی ہے لہٰذا لوگ تو پانی کی طرف لپکیں گے' لیکن وہ دراصل آگ ہوگی جو جلا کر رکھ دے گی۔

اس کے علاوہ دجّال کو علاج معالجے پر اتنی دسترس حاصل ہو جائے گی کہ وہ مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو درست کر دے گا۔ یعنی وہ معجزہ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس تھا وہ بھی اس کے پاس ہوگا' یعنی مُردوں کو زندہ کر دینا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزے کے بارے میں قرآن حکیم میں الفاظ آتے ہیں: ﴿وَاُبۡرِئُ الۡاَکۡمَهَ وَالۡاَبۡرَصَ وَاُحۡیِ الۡمَوۡتٰی بِاِذۡنِ اللّٰہِ﴾ (آل عمران:۴۹) جبکہ مسند احمد میں حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کے بارے میں ارشاد فرمایا: ((وَاَنَّهٗ یُبۡرِئُ الۡاَکۡمَهَ وَالۡاَبۡرَصَ وَیُحۡیِ الۡمَوۡتٰی)) ''یقیناً وہ مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو درست کر دے گا اور مُردوں کو زندہ کرے گا۔'' ایک حدیث میں ہے کہ وہ دجّال ایک آدمی کو آرے کے ساتھ چیرے گا اور پھر سی دے گا تو وہ زندہ ہو جائے گا۔

کنز العمال میں اس کی ایک اور صفت بیان ہوئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ((وَیُبۡعَثُ مَعَهُ الشَّیَاطِیۡنُ عَلٰی صُوۡرَةِ مَنۡ قَدۡ مَاتَ)) ''اور اس کے ساتھ ایسے شیاطین (جنّات) بھی اٹھائے جائیں گے جو اُن لوگوں کی شکل میں ہوں گے جو مر چکے ہیں''۔ ((مِنَ الۡآبَاءِ وَالۡاُمَّهَاتِ وَالۡاِخۡوَانِ وَالۡمَعَارِفِ)) ''لوگوں کے آباء واجداد میں سے' ان کی ماؤں میں سے' ان کے بھائیوں میں سے اور ان کے جان پہچان کے لوگوں میں سے''۔ ((فَیَاۡتِیۡ اَحَدُهُمۡ اِلٰی اَبِیۡهِ وَاَخِیۡهِ فَیَقُوۡلُ اَلَسۡتُ فُلَانًا؟ اَلَسۡتَ تَعۡرِفُنِیۡ؟)) ''تو اُن میں سے کوئی آئے گا اپنے باپ اور بھائی کے پاس اور کہے گا کیا

میں فلاں (تمہارا بیٹا یا بھائی) نہیں ہوں؟ کیا تم مجھے نہیں پہچانتے؟''

دجّال کے فتنوں میں سب سے آخری فتنہ آزادیٔ نسواں کا ہوگا۔ کنز العمال اور مسند احمد کی حدیث ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

((آخِرُ مَنْ یَخْرُجُ اِلَیْهِ النِّسَاءُ حَتّٰی اِنَّ الرَّجُلَ لَیَرْجِعُ اِلٰی حَمِیْمِهٖ وَاِلٰی اُمِّهٖ وَابْنَتِهٖ وَاُخْتِهٖ وَعَمَّتِهٖ فَیُوْثِقُهَا رِبَاطًا مَخَافَةً اَنْ تَخْرُجَ اِلَیْهِ))

''سب سے آخر میں جو دجّال کی پیروی کے لیے گھروں سے باہر آئیں گی وہ خواتین ہوں گی' یہاں تک کہ ایک بندۂ مؤمن (کے پاس صرف یہی ایک چارہ ہوگا کہ وہ) جائے گا اپنی بیوی کے پاس' اور اپنی ماں کے پاس' اور اپنی بیٹی کے پاس' اور اپنی بہن کے پاس' اور اپنی پھوپھی کے پاس اور انہیں رسیوں سے جکڑ دے گا' اس اندیشے کے تحت کہ کہیں وہ دجّال کی پیروی میں گھروں سے باہر نہ آ جائیں۔''

فتنۂ دجّال کا ظہور اور دجّالِ اکبر کی آمد

اس دَور میں مذکورہ بالا ساری علامات ظاہر ہو چکی ہیں اور یہ فتنہ رونما ہو چکا ہے۔ البتہ اس ضمن میں مَیں دو چیزوں کا فرق کروں گا۔ ابھی وہ معین شخص یعنی دجّال اکبر نہیں آیا لیکن اس فتنے کی حیثیت سے اُن چیزوں کا ظہور ہو چکا ہے جو مذکورہ بالا احادیث میں بیان ہوئی ہیں۔ جیسے انگریزی میں کہتے ہیں:

"The coming events cast their shadows before."

کہ آنے والے واقعات اپنا سایہ پہلے سے ڈال دیتے ہیں۔ نظر آ جاتا ہے کہ کیا آنے والا ہے۔ تو دجّالِ اکبر کے لیے فضا ہموار ہو چکی ہے اور وہ سارے کام ہو رہے ہیں جن کا احادیث میں تذکرہ ہوا ہے۔ حدیث میں اس کی سواری کے لیے ''حمار'' کا لفظ آیا ہے۔ یہ آج کا جہاز ہے جو بہت تیز رفتاری سے جاتا ہے اور اس کے ریڈارز اس کے کان ہیں جن سے وہ سنتا ہے اور وہ ایک دوسرے سے بہت زیادہ فاصلے پر ہوتے ہیں۔ حدیث میں کہا گیا ہے کہ ''اس کے گدھے کا ایک قدم اگر مدینہ میں ہوگا تو دوسرا یروشلم میں ہو گا''۔ جہاز بھی مدینہ منورہ سے بیت المقدس تک کا فاصلہ بمشکل ایک گھنٹے میں طے کر لیتا

ہے۔ حدیث میں ''اَرْبَعِیْنَ لَیْلَۃً'' کے الفاظ آئے ہیں کہ دجّالِ اکبر چالیس راتوں میں پوری دنیا کی ایک ایک بستی میں گھوم جائے گا۔ دنیا کا صرف ایک چکر لگانا ہو تو جہاز کے ذریعے ایک دن میں لگایا جا سکتا ہے۔ پھر فرمایا گیا ہے کہ ''وہ ایسی آواز میں بات کرے گا کہ مشرق و مغرب کے سب لوگ سنیں گے''۔ آج صدر بش کی تقریر ہر شخص گھر میں بیٹھا سن رہا ہوتا ہے اور پوری دنیا میں اس کی آواز پہنچ رہی ہوتی ہے۔

حدیث میں ہے کہ ''وہ آسمان سے کہے گا برساؤ بارش تو وہ برسائے گا''۔ آج کیا مصنوعی بارشیں نہیں ہو رہی ہیں؟ ''آج آپ دوبئی جا کر دیکھئے کہ کیا باغ و بہار ہے' کتنا سبزہ اُگ رہا ہے اور کتنے درخت اگا لیے گئے ہیں! ابوظبی کے ایک کونے سے لے کر دوسرے کونے تک ایسے معلوم ہوتا ہے کہ آپ شاید ایبٹ آباد یا کاغان کے علاقے میں گھوم رہے ہیں۔ ہر طرف سبزہ ہی سبزہ ہے۔ حالانکہ وہ سڑک کے ساتھ ساتھ سبزے کا ایک پشتہ سا ہے اور پشتے کے پیچھے ریت ہی ریت ہے' لیکن گاڑی میں بیٹھے لوگوں کو وہ ریت نظر نہیں آ سکتی۔ یہ ابوظہبی کی ساحلی سڑک ہے۔ اسے دیکھ کر نگاہیں چکا چوند ہو جاتی ہیں۔ میں نے امریکہ میں بھی کوئی ایسا آراستہ و پیراستہ ساحل نہیں دیکھا' حالانکہ میں نے اس کا مشرقی ساحل بھی پھرا ہے اور مغربی ساحل بھی۔ آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ سعودی عرب کے اندر گندم پیدا ہو رہی ہے۔ ایک وقت میں یہ بھی سننے میں آیا تھا کہ سعودی عرب گندم برآمد کرے گا۔ جدہ سے ریاض آتے ہوئے آپ بڑے بڑے سبز دائرے دیکھ سکتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آب پاشی کے لیے مصنوعی طریقے اختیار کیے گئے ہیں۔ ایک لمبا سا فوارہ چلتا ہے اور اس میں سے پانی بارش کی طرح برستا ہے۔ وہ فوارہ چونکہ دائرے میں چلتا ہے تو ایک دائرے کی شکل میں ہریالی ہوتی ہے۔

دیکھئے علاج اب کیسے کیسے ہو رہے ہیں! ٹی بی اور کئی دوسری بیماریوں کا دنیا سے وجود قریباً ختم کیا جا چکا ہے۔ آگے ہو سکتا ہے کوڑھی اور مادرزاد اندھے کا علاج بھی ممکن ہو جائے۔ رہا ''آدمی کو چیر کر مُردہ کو زندہ کرنا'' تو اس کے لیے کلوننگ کا طریقہ آ گیا ہے۔ اگرچہ انسانی کلوننگ کی ابھی اجازت نہیں دی جا رہی لیکن آپ دیکھتے

ہیں کہ حیوانی کلوننگ میں کیا کچھ ہو رہا ہے۔اسی طرح انسانی کلوننگ بھی مشکل نہیں رہے گی۔بس مُردے کے جسم سے ایک سیل چاہیے ہوگا جس سے پورا انسان وجود میں آ جائے گا۔

اسی طرح یہ جوفرمایا گیا ہے کہ ''دجّال کے ساتھ ایسے جنات (شیاطین میں سے) بھی اٹھائے جائیں گے جواُن لوگوں کی شکل میں ہوں گے جو مر چکے ہوں گے'' تو اس حوالے سے دیکھئے کہ آج ایسی سوسائٹیز بنی ہوئی ہیں جہاں روحوں کو بلایا جاتا ہے۔ یعنی دھوکہ دینے کے لیے جن اور شیطان آتے ہیں اور وہ اپنے آپ کو متعارف کراتے ہیں کہ میں تمہارا باپ ہوں‘ تم مجھے پہچانتے کیوں نہیں؟ تم میری آواز کیوں نہیں پہچانتے؟

اسی طرح آخری فتنہ ہوگا ''عورتوں کی آزادی'' (Liberation of Women) جس کے لیے قاہرہ کانفرنس اور بیجنگ کانفرنس کے بعد بیجنگ پلس فائیو کانفرنس بھی ہو چکی ہے کہ عورت کو مکمل آزاد کرو‘ یہاں تک کہ اگر وہ جسم فروشی (Prostitution) کا پیشہ اختیار کرنا چاہے تو بھی اسے برا نہ کہو۔ بلکہ:

"She will be called a sex worker, not a prostitute."

جیسے مرد حضرات اپنی جسمانی طاقت استعمال کر کے پیسہ کماتے ہیں اسی طرح ایک عورت نے بھی اپنے جسم کا ایک حصہ استعمال کیا ہے اوراس کے بدلے میں وہ پیسہ لے رہی ہے! اس کے علاوہ اس نے اور کیا کیا ہے؟ پھر یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہم جنس پرستی(Homo sexuality) کو بھی نارمل طرزِ عمل سمجھو۔ یہ غیر فطری اور ابنارمل معاملہ نہیں ہے۔ چنانچہ مغرب میں ایک ہی جنس کے افراد کی شادیاں قانونی شمار ہو رہی ہیں۔ برطانیہ میں یہ قانون موجود ہے۔ امریکہ کے شہر کیلیفورنیا میں ایسی شادیاں قانون کے دائرے کے اندر ہو رہی ہیں۔ سان فرانسسکو میں تو میلہ لگ گیا تھا اور ہزاروں ایسی شادیاں ہوئیں۔

رزق کے حوالے سے دیکھئے کہ اس وقت دنیا کی ساری مالیات کا کنٹرول یہودیوں کے ہاتھ میں جا رہا ہے۔ سائنس اور ٹیکنالوجی اپنے عروج کو پہنچ چکی ہے۔ ملکوں کے

مابین فاصلے ختم ہو کر رہ گئے ہیں۔ اب انفارمیشن ٹیکنالوجی (I.T) کا دَور ہے۔ مشرف صاحب بھی اپنی تقریروں میں انفارمیشن ٹیکنالوجی کی بات کرتے نظر آتے ہیں۔

اسی طرح عمل جراحی کو دیکھ لیجیے۔ اب یہ بالکل ممکن ہے کہ برف کے اندر رکھ کر ایک انسان کو فریز کر دیا جائے' اور منجمد حالت میں اس کے ٹکڑے کر دیے جائیں اور پھر اس کو سی لیا جائے تو وہ ٹھیک ہو جائے گا۔ مزید یہ کہ جینیٹک انجینئرنگ میں نت نئے تجربات ہو رہے ہیں۔ گندم کے بیج کے اندر ایسی تبدیلی کی گئی ہے کہ گندم کی زیادہ پیداوار ہو رہی ہے۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آ جائیں گے اور پوری دنیا کے اندر امن قائم ہو جائے گا تو اتنے بڑے بڑے انار ہوں گے کہ اس کے ایک چھلکے کے سائے میں پوری فوج آرام کرے گی۔ تو اس کی طرف پیش قدمی تو شروع ہو چکی ہے۔ امریکہ کے شہر کیلیفورنیا میں بہت لمبی لمبی کھجوریں ہیں' اگرچہ ان کا وہ ذائقہ نہیں ہے جو سعودی عرب کی کھجوروں کا ہے۔

ایک اور بات بھی نوٹ کر لیجیے کہ یہ دنیا اب ''یک قطبی دنیا'' (Unipolar World) بن چکی ہے اور اس کا کنٹرول ایک ہاتھ میں چلا گیا ہے۔ پوری معیشت کے اوپر یہودیوں کا مکمل کنٹرول ہے۔ آئی ایم ایف' ورلڈ بینک' ڈبلیو ٹی او (World Trade Organization) اور ٹرپس (TRIPS) کے معاہدے کے ذریعے پوری معیشت پر یہودیوں کا قبضہ ہو چکا ہے۔ ٹرپس کا معاہدہ یہ ہے کہ کوئی ملک اپنا بیج پیدا نہیں کرے گا ' بلکہ اُن سے خریدے گا 'ورنہ معاشی پابندیاں (sanctions) لگ جائیں گی۔ ان کا کہنا ہے کہ پہلے اگر تم دو سو من گندم حاصل کرتے تھے تو جو بیج آج تمہارے پاس ہے اس سے اب تین سو من گندم حاصل کر رہے ہو۔ یہ چونکہ ہم نے پیدا کیا ہے' ہماری جینیٹک انجینئرنگ سے یہ بیج پیدا ہوا ہے تو ہمیں اس کی رائیلٹی ملنی چاہیے' لہٰذا بیج تم ہم سے خریدو گے' اور ہم بیج بھی ایسا دیں گے کہ تمہیں اس سے بس ایک ہی فصل مل سکے گی جس سے آگے بیج حاصل نہیں ہو سکے گا۔ جیسے آج کل فارمی مرغی ہوتی ہے' اس کے انڈے سے مرغی کا بچہ تو نہیں پیدا ہو سکتا۔

اب ایران کو سب سے بڑی دھمکی یہی دی جا رہی ہے کہ معاشی پابندیاں لگ جائیں گی۔ ایران پھر بھی اپنی ہمت سے یہ پابندیاں جھیل جائے گا' لیکن سوچیے کہ پاکستان پر اگر یہ پابندیاں لگ جائیں تو کیا پاکستان کے لوگوں میں اتنی ہمت ہے کہ کھڑے رہ جائیں؟ (اس حوالے سے مجھے صدر مشرف سے شدید اختلاف ہے' انہیں طالبان کے معاملے میں یوٹرن نہیں لینا چاہیے تھا' بلکہ اللہ پر اعتماد کرنا چاہیے تھا)۔ ایران کے پاس تو چلئے تیل ہے۔ لیکن پابندیوں کے ساتھ پاکستان کا معاملہ کیسے چلے گا؟ کپڑے کی ایکسپورٹ اگر بند کر دی جائے تو ساری ملیں بند ہو جائیں گی' لاکھوں ملازمین بے روزگار ہو جائیں گے' گارمنٹس کی فیکٹریاں اور ٹیکسٹائل ملز بند ہو جائیں گی۔

آج دنیا کی معیشت کی یہ حالت ہے کہ وہ یہود کی مٹھی میں ہے۔ وہ اگر امریکہ کے سٹاک ایکسچینج میں اتار چڑھاؤ پیدا کر دیں تو ذرا سی دیر میں امریکہ پھنس کر رہ جائے گا' اس کی ساری معیشت تباہ ہو جائے گی' سٹاک مارکیٹ میں ایک قیامت آ جائے گی' امریکہ کے تخت الٹے ہو جائیں گے۔ اور یہ ہو کر رہنا ہے۔ جیسے ہی امریکہ نے کسی معاملے میں اسرائیل کی رضامندی کے خلاف کوئی عمل شروع کیا اسرائیل اِس کو ختم کر دے گا۔ ہمارے ہفت روزہ ''ندائے خلافت'' کے ایک شمارے میں عابد اللہ جان نے اپنے انگریزی مقالے میں لکھا ہے کہ:

"In very near future Israel will be the supreme power on the earth."

یعنی مستقبل قریب میں دنیا کی سپریم پاور امریکہ نہیں ہوگا' بلکہ اسرائیل ہوگا——— اور یہ پورے مشرقِ وسطیٰ پر پھیلا ہوا ہوگا۔ مصر کا بہترین علاقہ اُس کے پاس ہوگا۔ جزیرہ نمائے سینا اُس کے پاس ہوگا۔ اس نے فلسطین کو واقعتاً باغ و بہار بنا دیا ہے اور وہ صحرا سونا اگل رہا ہے۔ اس کے علاوہ پورا عراق' پورا شام' لبنان' اردن اور ترکی کا جنوبی حصہ اُس کے پاس ہوگا۔ نیز حجاز کا بھی شمالی حصہ یعنی خیبر وغیرہ اُس کے پاس ہوگا۔ البتہ مدینہ منورہ کو اللہ تعالیٰ بچالے گا۔ وہاں فرشتے کھڑے ہوں گے اور اس کا دفاع کریں گے' ورنہ ان کے نزدیک

عظیم تر اسرائیل کا جو منصوبہ ہے مدینہ منورہ اس میں شامل ہے۔ مدینہ منورہ میں یہودیوں کے تین قبیلے آباد تھے جنہیں رسول اللہ ﷺ نے وہاں سے نکالا تھا۔ اگر یہ ''سپریم پاور'' وجود میں آتی ہے تو دجّال یہیں سے کھڑا ہوگا جو خدائی کا دعویٰ کرے گا۔ اِس وقت ساری معیشت اُدھر جا رہی ہے۔ ٹرپس کا معاملہ آ چکا ہے۔ ورلڈ ٹریڈ آرگنائزیشن کے ذریعے سے ٹریڈ کنٹرول ہو رہی ہے۔ باہر کا مال سستا آ رہا ہے۔ وہ بہت بڑے پیمانے پر مال بناتے ہیں جس میں خرچ کم آتا ہے۔ آپ اس پر ٹیکس بھی نہیں لگا سکتے۔ اس طرح آپ کا اپنا مال ختم ہو جائے گا اور آپ کی اپنی صنعتیں تباہ ہو جائیں گی۔

تو یہ دجّالی فتنہ تو آ چکا ہے' لیکن صرف یہی فتنہ نہیں ہوگا' بلکہ احادیث نبویہؐ کے مطابق دجّال ایک انسان ہی ہوگا جو اپنے لیے سجدہ کروائے گا۔ اُس کی ایک آنکھ ہوگی۔ وہ کہے گا مجھے مانو میں تمہارا ربّ ہوں۔ ذرا یہ بات سمجھ لیجیے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جیسے یہ دو آنکھیں دی ہیں اسی طرح نوعِ انسانی کو علم کے حصول کے لیے بھی دو آنکھیں دی ہیں۔ ایک آنکھ سے ہم دنیا کا علم حاصل کرتے ہیں' یعنی مادّی علم۔ آنکھوں سے دیکھا' کانوں سے سنا اور نتیجہ نکالا تو ایک بات معلوم ہوگئی۔ پھر مزید سوچا' مزید غور کیا' مشاہدہ کیا اور ہوتے ہوتے قدم بقدم علم بڑھتا گیا۔ جیسے ارشادِ الٰہی ہے: ﴿عَلَّمَ اٰدَمَ الۡاَسۡمَآءَ کُلَّهَا﴾ کہ اللہ نے آدم علیہ السلام کو سارے نام سکھا دیے تھے۔ اور صرف نام نہیں' بلکہ دنیا کی ہر چیز کا علم دے دیا تھا۔ یہ وہ شے ہے جو بالقوۃ (potentially) آدمؑ کو دے دی گئی تھی۔ جیسے آم کی گٹھلی میں پورا آم کا درخت ہوتا ہے ایسے ہی بالقوۃ وہ علم حضرت آدم علیہ السلام کو دے دیا گیا۔ لیکن جس طرح آم کی گٹھلی سے آم کے درخت کو بننے میں کئی سال لگتے ہیں اسی طرح اس علم کے پھیلاؤ میں اور اس کے واضح اور نمایاں ہونے میں ہزاروں سال لگے ہیں۔ یہ ''علم بالحواس'' یعنی علم بالعقل ہے۔ حواسِ خمسہ سے آپ نے معلومات حاصل کیں' عقل نے انہیں پراسس کیا اور نتیجہ نکالا۔ میں سادہ سی مثالیں دیا کرتا ہوں کہ یہ ٹیکنالوجی جو آج آسمان سے باتیں کر رہی ہے' اس کے بارے میں ذرا سوچیے کہ انسان نے سب سے پہلے کیا ذریعۂ توانائی

(source of energy) دریافت کیا تھا! ہمارے کسی جدّ امجد نے دیکھا کہ ایک چٹان اوپر سے گری اور نیچے پتھر سے ٹکرائی تو آگ کا شعلہ نکلا۔ اب اس نے اس پر تجربہ کیا کہ ایک پتھر لے کر اسے دوسرے پر رگڑا تو آگ نکل آئی۔ اس طرح سے آگ ایجاد ہوگئی۔ یہ اوّلین ذریعہ توانائی ہے۔ اس سے پہلے یا تو وہ پھول اور پتے کھاتا تھا' پھل کھاتا تھا' درختوں کی جڑیں کھاتا تھا' یا پھر جانوروں کا شکار کر کے کچا گوشت کھاتا تھا' جیسے شیر اور بھیڑیے وغیرہ کھاتے ہیں۔ آگ کی ایجاد کے بہت عرصہ بعد ایک انسان نے مشاہدہ کیا کہ آگ کے اوپر رکھی ہوئی دیگچی کا ڈھکنا ہل رہا ہے۔ اُس نے سوچا یہ کون سی طاقت ہے جو اِس ڈھکنے کو ہلا رہی ہے۔ کیا کوئی جن یا بھوت ڈھکنے کو ہلا رہا ہے؟ پتا چلا یہ بھاپ ہے جس میں طاقت ہے' لہٰذا اسے استعمال کیا گیا۔ اس طرح سے سٹیم انجن بن گئے۔ چنانچہ یہ علم ترقی کرتا کرتا یہاں تک پہنچا کہ الیکٹرک چیزیں ایجاد ہوگئیں اور پھر ہائیڈروجن بم ایجاد ہوگیا۔ یہ سب کیا ہے؟ رفتہ رفتہ اور قدم بقدم انسان کا علم بڑھ رہا ہے۔ یہ علم کی ایک آنکھ ہے جو انسان کو دی گئی ہے۔

دوسری آنکھ شریعت ہے کہ یہ کرو' یہ نہ کرو۔ آدم علیہ السلام کو خلافت ارضی عطا کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿فَاِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ مِّنِّیْ ھُدًی......﴾ ''پھر جب تمہارے پاس میری طرف سے آئے ہدایت......''۔ اس کی مثال مَیں یہ دیا کرتا ہوں کہ آپ جب مری جاتے ہیں تو جگہ جگہ لکھا ہوا دیکھتے ہیں سپیڈ کم کریں! اس طرح آپ کی آزادی کے اوپر تو قدغن لگ گئی۔ آپ ستر (۷۰) کی سپیڈ میں جانا چاہتے ہیں لیکن کہا جاتا ہے سپیڈ کم کریں۔ اور اگر آپ کم نہیں کریں گے تو سیدھے کھائی میں جائیں گے۔ شریعت اسی چیز کا نام ہے کہ یہ کرو' یہ تمہارے حق میں بہتر ہے' اور یہ نہ کرو' یہ بری شے ہے' تمہارے حق میں اس کا نتیجہ خراب نکلے گا جو کہ تم نہیں جانتے۔ شریعت مکمل ضابطۂ حیات ہے کہ یہ فرض ہے' یہ واجب ہے' یہ ضرور کرو۔ اور یہ مکروہ ہے' یہ حرام ہے' اس سے لازماً بچو۔ یہ ساری چیزیں آسمانی ہدایت یعنی ''وحی'' کے ذریعے سے آئیں۔

تو یہ دو آنکھیں تھیں۔ اب ایک آنکھ مکمل طور پر بند کر لی گئی کہ وحی کی طرف دیکھنا

ہی نہیں۔ عالمی تہذیب صرف سائنسی علم کی بنیاد پر کھڑی ہے۔ امریکہ کی طاقت کی بنیاد اس کی ٹیکنالوجی ہے۔ چنانچہ روس کو افغانستان میں امریکہ نے شکست دی۔ اگرچہ افغانوں نے جانیں دیں لیکن انہیں سٹنگر میزائل تو امریکہ نے دیے تھے۔ اگر سٹنگر میزائل نہ ہوتے تو روسی فوجی کبھی بھی افغانستان سے واپس نہ جاتے۔ روسیوں کا سب سے بڑا ہتھیار گن شپ ہیلی کاپٹر تھے' جنہیں افغان مجاہدین نے سٹنگر میزائلوں سے نشانہ بنایا۔ پہاڑوں میں میدانی جنگ تو ہو نہیں سکتی' ورنہ افغانوں سے اس معاملے میں کوئی آگے نہیں نکل سکتا۔ اُن سے تو امریکہ نے بھی میدانی جنگ نہیں کی' بلکہ ڈیزی کٹر آسمان سے پھینکے ہیں جن سے ہزاروں آدمی مارے گئے۔ تو امریکہ ٹیکنالوجی کے بل پر سپریم پاور ہے۔ ورنہ روبرو لڑائی کی تو اُس میں کوئی طاقت ہے ہی نہیں۔ رمزفیلڈ کے الفاظ میں نے ٹیلی ویژن پر خود سنے تھے کہ افغان ''Resilient Fighter'' یعنی چمٹ جانے والے لوگ ہیں' پیچھا چھوڑتے ہی نہیں ہیں۔ اس لیے کہ جس کے سامنے موت ہی سب سے بڑی کامیابی ہو اُس کو کون مارے گا! بقول شاعر ؎

منحصر مرنے پہ ہو جس کی امید
ناامیدی اس کی دیکھا چاہیے!

جبکہ امریکی لڑتے ہیں جان بچاتے ہوئے' تو کیسے مقابلہ کریں گے!

ایک صحیح حدیث میں حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ کسی بحری سفر پر تھے تو سمندر میں طوفان آیا' سمندر کی موجیں اُن کے ساتھ کھیلتی رہیں اور اُن کی کشتی کسی سنسان جزیرے میں جا کر ٹک گئی۔ اس میں وہ داخل ہوئے تو انہیں وہاں ایک عجیب سی مخلوق نظر آئی۔ اس کے پورے جسم پر اتنے بال تھے کہ نہ مُنہ کا پتا چلتا تھا کدھر ہے اور نہ دُم کا۔ اس مخلوق سے انہوں نے پوچھا کہ تم کون ہو تو اُس نے کہا ''میں جساسہ (جاسوس عورت) ہوں''۔ پھر اس نے کہا کہ فلاں جگہ پر جاؤ' وہاں ایک گرجا ہے جہاں ایک شخص تمہارا انتظار کر رہا ہے۔ یہ وہاں پہنچے تو ایک بہت اونچا اور لمبا چوڑا پہلوان تھا' جو لوہے کی زنجیروں کے اندر جکڑا ہوا تھا۔ اس نے اُن سے کہا میں دجّال ہوں' ابھی میں

قید ہوں' ایک وقت آئے گا کہ مجھے آزادی مل جائے گی تو میں دنیا میں آؤں گا۔ حضرت تمیم داریؓ نے جب یہ واقعہ سنایا تو رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو جمع کیا کہ آؤ سنو! میں تمہیں دجّال سے خبردار کرتا رہا ہوں' آج تمیم داریؓ یہ خبر لے کر آئے ہیں۔

تو اِن احادیث کی بنا پر یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ کہ دجّال ایک شخص ہوگا اور وہ اسرائیل کا حکمران ہوگا۔ لیکن جیسے کہ میں نے عرض کیا' اس کے لیے فضا ہموار ہو چکی ہے اور دجّالیت پوری طرح ظاہر ہو چکی ہے۔ مادّے کے عناصر اور فطرت کی قوتوں کے اوپر قابو پایا جا چکا ہے۔ اسے اقبال نے کہا ہے: ؎

عروجِ آدمِ خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں
کہ یہ ٹوٹا ہوا تارا مہِ کامل نہ بن جائے!

ہم کبھی بچپن میں پڑھا کرتے تھے ''چندا ماموں دُور کے''۔ لیکن اس چندا ماموں کو اب انسان اپنے قدموں سے رگڑ کر اور اس پر چہل قدمی کر کے آ چکا ہے۔ دیکھئے خلا کے اندر کیا کچھ ہو رہا ہے۔ خلا کے اندر ہی خلائی سٹیشنوں کے عملے کی تبدیلی ہوتی ہے۔ پچھلا عملہ واپس آتا ہے تو نیا عملہ جا کر چارج سنبھال لیتا ہے۔ یہ ہے دجّالی فتنہ!

میری آج کی گفتگو کا عنوان ذہن میں پھر تازہ کر لیں: ''تیس دجّال' دجّالی فتنہ اور دجّالِ اکبر''۔ یہ تیس دجّال وہ ہیں جو نبوت کا جھوٹا دعویٰ کریں گے۔ اِن میں سے دو تو ہمارے زمانے میں آئے ہیں اور وہ اس اعتبار سے بہت اہم ہیں کہ کم بخت دونوں کے دونوں زندہ ہیں۔ زندہ اس معنی میں کہ ان کی جماعتیں زندہ اور متحرک ہیں۔ اس سے پہلے جتنے دجّال اٹھے تھے وہ ختم ہو گئے' معدوم ہو گئے۔ کچھ عرصہ انہوں نے بہار دکھائی' اس کے بعد کوئی ان کا نام لیوا نہیں رہا۔ جبکہ ایران کے بہاء اللہ نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا تو پاکستان میں اس کے پیروکار بہائی موجود ہیں اور بہت فعال ہیں۔ سننے میں آیا ہے کہ اسلام آباد میں ان کا بہت بڑا دفتر ہے۔ اسی طرح قادیانی ہیں۔ پورا مغرب اِن کی مدد کر رہا ہے جیسے انہوں نے ہندوستان کے اندر انگریزوں کی مدد کی تھی۔ اگر کوئی باہر جا کر کہہ دے کہ میں قادیانی ہوں اور مجھے پاکستان میں جان کا خطرہ ہے تو

اسے وہاں کی شہریت مل جائے گی۔

بہرحال ''ثلاثُون دجّالون کذّابون'' کے حوالے سے تیس دجّال تو وہ ہوں گے جو نبوت کا جھوٹا دعویٰ کریں گے' جبکہ ایک دجّال وہ ہوگا جو خدائی کا دعویٰ کرے گا اور اس کے آثار دنیا میں سامنے آ چکے ہیں۔ اس کے جو اوصاف بیان کیے گئے ہیں وہ سارے کے سارے ہماری نگاہوں کے سامنے ہیں۔ البتہ کوئی شخص معین بھی ہوگا جسے حدیث میں ''المسیحُ الدّجّال'' کا نام دیا گیا ہے۔ وہ ایک یہودی ہوگا جو ''مسیح'' ہونے کا دعویٰ کرے گا جسے حضرت مسیح علیہ السلام قتل کریں گے۔ میں ان موضوعات پر تقریریں کر چکا ہوں کہ مشرقِ وسطیٰ کے اندر ''المَلحمةُ العُظمٰی'' (بہت بڑی خونریز جنگ) ہوگی اور اس کے نتیجے میں ایک دفعہ ''عظیم تر اسرائیل'' قائم ہو جائے گا۔ تمام عرب ممالک ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جائیں گے۔ اس کے بعد پھر عرب کے اندر حضرت مہدی کا ظہور ہوگا' جو ایک خالص اسلامی حکومت قائم کریں گے' جیسے رسول اللہ ﷺ نے عرب کے اندر اسلامی حکومت قائم کر دی تھی۔ لیکن مہدی کی حکومت کو چلانے کے لیے ایک مشرقی ملک کی طرف سے اُن کی مدد کے لیے فوجیں جائیں گی' اور وہ اِن شاء اللہ ہم ہوں گے' یعنی پاکستان اور افغانستان' اور یہاں پہلے سے اسلامی حکومت قائم ہو چکی ہوگی۔ ازروئے حدیثِ نبویؐ: ((یَخرُجُ نَاسٌ مِنَ الْمَشْرِقِ فَیُوَطِّئُوْنَ لِلْمَھْدِیِّ یَعْنِیْ سُلْطَانَہٗ)) (رواہ ابن ماجہ) یعنی ایک مشرقی ملک سے فوجیں آئیں گی جو مہدی کی حکومت کو جمائیں گی۔ اس کے بعد مہدی نے اس گریٹر اسرائیل کے خلاف جنگوں کا سلسلہ شروع کرنا ہے۔ اس میں انہیں کافی کچھ فتوحات حاصل ہو جائیں گی۔

اِس وقت تک ایسا محسوس ہوتا ہے کہ پوری عیسائی دنیا مسلمانوں کے خلاف مقابلے میں آئے گی' مگر یہودی نہیں آئیں گے' جس کی مثال آپ خلیج کی جنگ میں دیکھ چکے ہیں۔ اسرائیل نے چاہا کہ میں بھی میدان میں آ جاؤں لیکن امریکہ نے کہا کہ نہیں' تم اگر میدان میں آئے تو تمام عالمِ عرب میں ہمارے خلاف ایک ردّعمل پیدا ہو گا' بس ہم تمہاری حفاظت کر رہے ہیں۔ دیکھئے امریکہ نے افغان مجاہدین کو تو سٹنگر

میزائل دیا تھا مگر اسرائیل کو پیٹریاٹ میزائل دیا ہے‘ جو آگے بڑھ کر حملہ آور میزائل سے ٹکرا کر اسے راستے ہی میں تباہ کر دیتا ہے۔ عراق میں یہی ہوا ہے۔ صدام کو اپنے سکڈ میزائل پر بڑا غرہ تھا کہ یہ میزائل اسرائیل کی اینٹ سے اینٹ بجا دے گا‘ لیکن پیٹریاٹ آ گیا تو وہ ختم ہو گیا۔ تو امریکہ نے اسرائیل کو جنگ میں نہیں آنے دیا تھا۔ اب بھی عراق کے خلاف جو کمیشن بنا ہے اس میں اسرائیل کو شامل نہیں کیا گیا۔ آرمیگاڈان (المَلحمةُ العُظمٰی) کے اندر بھی ایسا ہی ہو گا کہ عیسائی یہودیوں کو حکومت بنا کر دیں گے۔ لیکن اس کے بعد پانسہ پلٹے گا۔ اگرچہ ابھی ہماری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ پانسہ کیسے پلٹے گا‘ لیکن پلٹے گا ضرور۔ اس لیے کہ یہ فرمایا ہے محمد رسول اللہ ﷺ نے جو الصادق والمصدوق ہیں اور اُن کی سچائی پر اللہ گواہ ہے۔

بہرحال پھر پانسہ پلٹے گا اور مسلمان ایک ایک کر کے اپنے ملک واپس لے لیں گے۔ پھر تنگ آ کر اسرائیل میں سے ایک دجّال اٹھے گا جو دعویٰ کرے گا کہ میں مسیح ہوں۔ وہ مسیح الدجّال ہو گا۔ جب وہ سامنے آئے گا تو آسمان سے حضرت عیسٰی علیہ السلام نازل ہوں گے جنہیں اللہ نے اٹھا لیا تھا۔ وہ دجّال کو قتل کریں گے۔ حدیث میں آتا ہے کہ جہاں تک اُن کی نگاہ جائے گی یہودی پگھلتے چلے جائیں گے۔ آج لیزر سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے۔ اُن کی آنکھوں میں اللہ تعالیٰ بہت زوردار لیزر پیدا کر دے گا کہ جہاں تک ان کی نگاہ جائے گی سب کے سب یہودی تہس نہس ہو جائیں گے اور اس کے بعد ایک مذہب کی حیثیت سے پوری دنیا کے اندر عیسائیت ختم ہو جائے گی۔ حضرت مسیح علیہ السلام کہیں گے کہ مجھے تم نے سولی چڑھایا ہی نہیں‘ بس خواہ مخواہ یہ صلیبی معاملہ بنا لیا۔ اور میں تو کہہ گیا تھا کہ تورات کی شریعت تم پر لاگو رہے گی لیکن تم نے اسے ختم کر دیا۔ تورات کی رو سے سود حرام ہے‘ لیکن تم نے سود کھایا۔ اسی طرح کا معاملہ خنزیر کا ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ حضرت عیسٰیؑ صلیب کو توڑ دیں گے اور خنزیر کو قتل کر دیں گے۔ بہرحال عیسائیت ختم ہو جائے گی اور عیسائی مسلمانوں میں مدغم ہو جائیں گے اور اسلام دنیا میں سب سے بڑی طاقت بن جائے گا۔ یہ وقت آ کر رہے گا۔ میرا گمان ہے

کہ پھراس کے بعد اصل میں وہ خدائی کا دعویٰ کرنے والا ''دجّال'' آئے گا۔ میرا گمانِ غالب ہے کہ وہ خود ابلیس (عزازیل) ہوگا۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ ابلیس کوئی بہت بڑا سپہ سالار ہو جسے ابھی اللہ نے کسی جزیرے کے اندر قید کر رکھا ہے' اور ایک وقت میں آ کر اسے کھول دیا جائے گا' پھر وہ خدائی کا دعویٰ کرے گا۔

آخر میں ایک حدیث ملاحظہ کیجیے' جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قیامت کی آمد بدترین لوگوں پر ہوگی۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''دجال میری اُمت میں ظاہر ہوگا' پھر چالیس تک ٹھہرے گا (مجھے علم نہیں کہ چالیس دن' چالیس مہینے یا چالیس سال) اس کے بعد اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ بن مریم (علیہما السلام) کو بھیجیں گے' وہ ہو بہو عروہ بن الزبیر کے ہم شکل ہوں گے۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ اسے تلاش کر کے مار دیں گے۔ پھر لوگ اس حال میں سات سال گزار دیں گے کہ کوئی دو آدمیوں کے درمیان بھی مخالفت یا دشمنی نہ ہوگی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ شام کی طرف سے ٹھنڈی ہوا چلائیں گے تو روئے زمین پر ذرّہ برابر نیکی یا ایمان کا مالک آدمی زندہ نہ بچ سکے گا۔ حتیٰ کہ اگر کوئی پہاڑ کی کھوہ میں بھی پہنچ جائے تو یہ ہوا وہاں پہنچ کر بھی اسے ختم کر دے گی''۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مزید یوں ارشاد فرمایا: ''آخر کار صرف درندوں کی مانند شہوت پرست اور فساد کے دلدادہ برے لوگ ہی بچیں گے' جو نہ کسی اچھائی کو اچھائی سمجھیں گے اور نہ کسی برائی کو برائی۔ اسی موقع پر شیطان بھی اُن کے سامنے انسانی شکل میں آئے گا اور ان سے کہے گا: کیا تم میری بات نہیں مان لیتے؟ وہ پوچھیں گے: تمہارا کیا حکم ہے؟ تو شیطان انہیں غیر اللہ کی عبادت کا حکم دے گا' حالانکہ اُن کا رزق بھی وافر ہوگا اور زندگی بھی پُر آسائش ہوگی۔ اس کے بعد صور میں پھونک دیا جائے گا۔ چنانچہ جس کے کان میں بھی آواز پہنچے گی وہ دائیں یا بائیں گردن جھکا کر بہت توجہ سے سننے لگ جائے گا۔ اور سب سے پہلے وہ آدمی سنے گا جو اپنے اونٹوں کے حوض کی مرمت کر رہا ہوگا چنانچہ وہ بے ہوش ہو جائے گا اور دوسرے لوگ بھی بے ہوش ہو جائیں گے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ دھند یا شبنم کی شکل میں پانی نازل کریں گے' جس کی بدولت لوگوں کے جسم

(قبروں سے) اگ آئیں گے۔ پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو یکایک کھڑے ہوکر حیران و پریشان اِدھر اُدھر دیکھنے لگیں گے۔ پھر آواز ہ بلند ہوگا: لوگو! اپنے رب کے حضور پیش ہوجاؤ اور وہیں کھڑے رہو' تمہارا حساب کتاب ہونے والا ہے۔ اب حکم ہوگا کہ دوزخ میں جانے والوں کو علیحدہ کر دو۔ فرشتے سوال کریں گے: کتنے لوگوں کو؟ جواب ملے گا: ہر ہزار میں سے نو سو ننانوے کو جہنم کے لیے علیحدہ کر دو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہی دن ہے جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا اور اسی دن اللہ تعالیٰ اپنی پنڈلی کا دیدار کروائیں گے''۔(۹)

واہ کینٹ میں ہمارے ایک دوست قاضی ظفر الحق صاحب ہیں جو کتبِ احادیث میں **کتاب الملاحم** (جنگوں کا باب) اور **کتاب اشراط الساعة** (علاماتِ قیامت کا باب) وغیرہ کے حوالے سے تحقیق کر رہے ہیں جن میں حضرت مہدی' دجّال اور نزولِ مسیحؑ کا ذکر ہے۔ احادیث میں یہ بھی ملتا ہے کہ ایک یہودی لڑکا تھا ابنِ صیاد۔ رسول اللہ ﷺ نے گمان کیا شاید یہی دجّال ہے۔ وہ سوتے ہوئے بھی دیکھتا تھا' پیٹھ کے پیچھے سے بھی دیکھتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں اسے قتل کر دوں تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ نہیں' اگر یہ دجّال ہے تو اسے حضرت مسیحؑ نے قتل کرنا ہے' اور اگر نہیں ہے تو تم خواہ مخواہ ایک قتلِ ناحق کے مرتکب ہو جاؤ گے۔ بہرحال میں اُس شخص دجّال کے بارے میں آپ سے کوئی بات یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا۔ ظاہر بات ہے میں ریسرچ سکالر نہیں ہوں' میں تو ایک داعی ہوں' مبلغ ہوں۔ تحقیق کے لیے احادیث کی بہت زیادہ کتابوں کو چھاننا پڑتا ہے اور حدیث کا ذخیرہ بہت وسیع ہے۔ میں تو اِس قرآن کا طالب علم ہوں جو معین ہے' اس سے باہر قرآن نہیں اور اس کے اندر قرآن کے سوا کچھ ہے ہی نہیں۔ جبکہ حدیث کا دائرہ بہت وسیع ہے اور اسماء الرجال میں حدیث کے ہر راوی کی جرح و تعدیل یعنی چھان بین ہوتی ہے کہ وہ قابل اعتماد ہے یا نہیں۔ اس کے علاوہ کچھ کتابوں میں ضعیف اور موضوع احادیث کو بھی جمع کر لیا گیا ہے تاکہ لوگ ان سے آگاہ ہو جائیں۔ بہرحال میں حدیث کا تو طالب علم نہیں ہوں' جبکہ قرآن کا طالب علم ہوں۔ اس لیے میں نے اپنے خطاب میں پہلے قرآن کے حوالے

سے دجّال اور فتنۂ دجال کی بات کی ہے کہ یہ دنیا دجّال ہے' دولت دجال ہے' دنیا جتنی حسین ہوگی اتنی ہی بڑی دجّال ہو جائے گی۔ ساری ٹیکنالوجی دنیا کو حسین سے حسین تر بنانے میں لگی ہوئی ہے۔ نیویارک کے اندر جو Twin Towers تھے انہیں دیکھ کر انسان مبہوت ہو جاتا تھا کہ یہ عمارت انسان نے بنائی ہے یا حضرت سلیمان علیہ السلام کے جنوں نے؟ اسی طرح شکاگو کے اندر بڑے بڑے ٹاورز ہیں۔ ٹورنٹو میں دنیا کا سب سے اونچا ٹاور ہے۔ تو انسان نے کیا کچھ بنا ڈالا ہے۔ کتنے بڑے بڑے پل بنائے ہیں! سمندروں میں پل بنا دیے ہیں۔ دنیا کے اندر بہت زیادہ مادّی ترقی ہو رہی ہے۔ یورپ میں زندگی کی بے انتہا آسائشیں اور لذتیں موجود ہیں۔ یہ دنیا جتنی حسین ہوگی انسان اس پر اتنا ہی زیادہ فریفتہ ہوگا' اور جو اس پر فریفتہ ہو گیا وہ اللہ کی طرف سے غافل ہو گیا۔ اس کے بارے میں بعض صوفیوں نے بہترین بات کہی ہے کہ یہ دنیا دریا یا سمندر ہے اور تمہارا دل کشتی ہے۔ تم سمندر میں چلو ضرور' لیکن سمندر کا پانی کشتی کے اندر نہ آنے دو' کشتی میں پانی آ گیا تو یہ ڈوب جائے گی۔ جیسے حضور ﷺ نے فرمایا:

((مَالِیْ وَمَا لِلدُّنْیَا' مَا اَنَا فِی الدُّنْیَا اِلاَّ کَرَاکِبٍ اسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَۃٍ ثُمَّ رَاحَ وَتَرَکَھَا)) (۱۰)

''مجھے دُنیا سے کیا سروکار! میری مثال ایک مسافر کی سی ہے جو تھوڑی دیر کے لیے کسی درخت کے نیچے بیٹھتا ہے' سستاتا ہے اور پھر اسے چھوڑ کر (اپنی منزل کی طرف) چل دیتا ہے''۔

یعنی وہ شجرِ سایہ دار اس کا گھر تو نہیں ہے۔ اسی طرح یہ دنیا ہمارا گھر نہیں ہے۔ یہ دنیا دل لگانے کی جگہ نہیں ہے۔ اس دنیا میں جو محبتیں ہیں وہ خطرہ ہیں۔ جیسے سورۃ التغابن میں فرمایا گیا ہے:

﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِکُمْ وَاَوْلَادِکُمْ عَدُوًّا لَّکُمْ فَاحْذَرُوْھُمْ ج﴾ (آیت ۱۴)

''اے ایمان کے دعوے دارو! یقیناً تمہاری بیویوں اور تمہاری اولاد میں تمہارے دشمن ہیں' لہٰذا اِن سے بچو۔''

دشمن اس حوالے سے ہیں کہ ان کی محبت میں تم حرام خوری کرتے ہو' انہیں اچھے سے اچھا کھلانے کے لیے رشوتیں لیتے ہو' غبن کرتے ہو۔ ان کے لیے یہ سب کچھ کر کے تم گویا اللہ کی ناراضگی مول لے رہے ہو تو وہ تمہارے دشمن ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سب سے احمق شخص وہ ہے جو دوسروں کی دنیا بنانے کے لیے اپنی عاقبت برباد کر دے''۔ تم اولاد کی دنیا بنانے کے لیے اپنی عاقبت برباد کر رہے ہو تو وہ تو تمہارے دشمن ہوئے۔

قرآن کی رُو سے دجّال اور دجّالیت یہ دنیا ہے۔ البتہ ایک دجّال وہ ہے جس کا حدیث کے اندر ذکر ہے۔ اس کے لیے میں مثال دے چکا ہوں کہ ایک سود وہ ہے جس کا قرآن میں ذکر ہے' جسے ''ربا النسیئہ'' کہتے ہیں' اور ایک سود وہ ہے جس کا ذکر حدیث میں ہے جسے ''ربا الفضل'' یا ''ربا الحدیث'' کہتے ہیں۔ اسی طرح ایک دجّالیت وہ ہے جس کا ذکر قرآن میں ہے' اس کا علاج سورۃ الکہف ہے جس کا تجزیہ میں نے آپ کے سامنے کر دیا ہے۔ اسے پڑھیں اور سمجھیں۔

بہرحال اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم اس دنیا کی دجّالیت سے اپنے آپ کو آزاد کریں۔ دجّال اب تیزی کے ساتھ عورتوں کے فتنے کی شکل میں آگے بڑھ رہا ہے۔ پاکستان میں چالیس ہزار عورتوں کو صدر مشرف نے ایک جنبشِ قلم کے ذریعے میدان میں لا کر کھڑا کر دیا۔ دجّال کا ایک کارنامہ یہی ہے کہ عورتوں کو گھروں سے نکالا جائے اور یہ اعتماد کے ساتھ اسمبلیوں میں' دفاتر میں اور بازاروں میں آئیں۔ اگر وہ سیکس ورکر ہیں تب بھی انہیں برا نہ سمجھا جائے۔ دوسرے یہ کہ خاندان کا ادارہ تباہ ہو جائے۔ جنسی خواہشات کی تکمیل میں ہر طرح کی آزادی ہو۔ مغربی تہذیب میں زنا ہرگز کوئی بری بات نہیں' ہاں زنا بالجبر بری بات ہے۔ باہمی رضامندی سے ایک عورت اور مَرد زنا کریں تو کوئی جرم نہیں ہے' البتہ زنا بالجبر یا کم عمر کے ساتھ ملوث ہونا جرم ہے۔ یعنی ایک خاص عمر سے چھوٹی بچی یا ایک خاص عمر سے چھوٹا لڑکا ہے تو اُن کے ساتھ کوئی جنسی حرکت کرنا جرم ہو جائے گا' ورنہ ہم جنس پرستی ہو یا زنا ہو' ان کے

نزدیک جائز ہے۔

یہ ہے اِس دَور کا فتنہ یعنی فتنۂ دجّال۔ اور اِس وقت اس کے اندر تیزی کے ساتھ اضافہ ہوتا جارہا ہے اور شاید اب بہت زیادہ دیر نہ لگے کہ وہ اصل دجّالِ اکبر رونما ہو جائے۔ میرے اب تک کے مطالعے کا حاصل یہ ہے کہ ایک دجّال وہ جن ہوگا جسے مسیح دجّال کہا گیا ہے۔ وہ دجّال ''مسیح'' ہونے کا ' نبی ہونے کا دعویٰ کرے گا اور وہ ''ثلاثون دجّالون کذّابون'' میں سے ایک ہوگا۔ اس دجال کو قتل کرنے کے بعد حضرت مسیح علیہ السلام کی حکومت چالیس برس تک اس دنیا میں رہے گی۔ دوسرا دجّال وہ ہوگا جو خدائی کا دعویٰ کرے گا اور میرے خیال میں وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے چالیس سالہ دَورِ حکومت کے اواخر میں سامنے آئے گا اور اس کے بعد اہل ایمان سخت ترین آزمائش سے دوچار ہوں گے۔

(مرتب: طارق اسماعیل ملک)

حواشی

(۱) صحیح البخاری' کتاب المناقب' باب علامات النبوة فی الاسلام۔ وصحیح مسلم' کتاب الفتن واشراط الساعة' باب لا تقوم الساعة حتی یمر الرجل بقبر الرجل فیتمنی۔

(۲) صحیح البخاری'کتاب الفتن' باب ذکر الدجّال۔ وصحیح مسلم' کتاب الفتن واشراط الساعة 'باب ذکر الدجّال وصفته وما معه۔

(۳) صحیح مسلم' کتاب الفتن واشراط الساعة' باب فی بقیة من احادیث الدجّال۔

(٤) سنن ابی داؤد' کتاب الملاحم' باب فی خبر ابن صائد۔

(٥) سنن الترمذی' کتاب الفتن عن رسول الله' باب ما جاء لا تقوم الساعة حتی یخرج کذابون۔

(٦) صحیح مسلم' کتاب الفتن واشراط الساعة ' باب فی بقیة من احادیث الدجّال۔

(۷) صحیح البخاری' کتاب الفتن' باب ذکر الدجّال۔ وصحیح مسلم' کتاب الفتن واشراط الساعة' باب ذکر الدجّال وصفته ومامعه۔

(۸) صحیح مسلم' کتاب الفتن واشراط الساعة' باب قصة الجساسة۔

(۹) صحیح مسلم' کتاب الفتن واشراط الساعة' باب فی خروج الدجال...... الخ' ح۲۹٤۰۔ ومسند الامام احمد' ج۲' ص ۱٦٦

(۱۰)سنن الترمذی' کتاب الزهد عن رسول الله ﷺ' باب ما جاء فی اخذ المال بحقه۔ وسنن ابن ماجه۔

1

سیرت و سوانح

فتنۂ خلقِ قرآن اور امام احمد بن حنبلؒ

عبدالرشید عراقی

خلیفہ ہارون الرشید کے عہد خلافت میں معتزلہ کو عروج حاصل نہیں ہوا تھا' لیکن مامون الرشید کے عہدِ حکومت میں معتزلہ کو کافی عروج حاصل ہو گیا۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ مامون الرشید بذاتِ خود یونانی فلسفہ اور عقلیت سے مرعوب تھا۔ مزید برآں معتزلہ کے عروج کی ایک وجہ یہ بھی ہوئی کہ مامون الرشید کا قاضی القضاۃ قاضی ابن ابی داؤد معتزلی تھا اور معتزلہ کے افکار و آراء کا سب سے بڑا مبلغ تھا۔ مامون الرشید قاضی ابن ابی داؤد سے بہت زیادہ متأثر تھا' جس سے مذہب اعتزال کو حکومتِ وقت کی سرپرستی حاصل ہوگئی اور مامون الرشید مذہب اعتزال کا ایک پُرجوش داعی اور مبلغ بن گیا۔

عقیدۂ خلقِ قرآن

معتزلہ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں ہے' بلکہ مخلوق ہے اور معتزلہ نے اس عقیدہ کو ایمان و کفر کا معیار بنالیا۔

محدثین کا اقدام

جب معتزلہ نے اپنے اس عقیدہ کا عام اعلان کر دیا اور اس عقیدہ کو لوگوں سے تسلیم کرانے کے سلسلہ میں سرگرمیاں دکھائیں تو محدثین کرام نے اس کی مخالفت شروع کر دی' اور لوگوں کو بتایا کہ قرآن مجید اللہ کی مخلوق نہیں بلکہ اس کا کلام ہے۔ چنانچہ حکومت نے محدثین

کے خلاف کارروائی کرنے کا عزم کیا اور مامون الرشید نے اعلان کر دیا کہ سب محدثین کرام اور علمائے عظام اس بات کا اعتراف کریں کہ ''قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے'' اور جو شخص اس بات کو تسلیم نہ کرے اس کو گرفتار کر لیا جائے۔ مامون الرشید نے اپنا یہ فرمان اپنے تمام گورنروں کے نام بھیجا۔

مامون الرشید کا خط گورنر بغداد کے نام

۲۱۸ھ میں مامون الرشید نے گورنر بغداد اسحٰق بن ابراہیم کو خط لکھا کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ بغداد کے سات علماء خلقِ قرآن کی مخالفت پر کمربستہ ہو گئے ہیں، ان کو گرفتار کر کے میرے پاس بھیج دیا جائے۔ چنانچہ اسحٰق بن ابراہیم نے ان کو گرفتار کر کے مامون الرشید کے ہاں بھیج دیا۔ جب یہ علماء مامون الرشید کی خدمت میں حاضر ہوئے تو مامون الرشید نے ان سے خلقِ قرآن کے متعلق سوال کیا۔ ان سب نے اس نظریہ سے اتفاق کیا اور مامون نے ان کو رہا کر کے واپس بغداد بھیج دیا۔ انہوں نے بغداد واپس آ کر علماء و محدثین کی ایک جماعت کے سامنے اپنے اس عقیدہ کا اقرار کیا، لیکن شورش ختم نہ ہوئی، اور عام مسلمان، بالخصوص تقریباً تمام محدثین اپنے عقیدے پر قائم رہے۔

گورنر بغداد کے نام مامون الرشید کا ایک اور خط

مامون الرشید کو جب یہ اطلاع ملی کہ بغداد میں محدثین اور علمائے کرام نظریۂ خلقِ قرآن کو تسلیم نہیں کر رہے، بلکہ اس کی مخالفت کر رہے ہیں اور عام لوگ بھی ان کے ہمنوا ہیں تو اُس نے اس کی رپورٹ گورنر بغداد سے طلب کی۔ گورنر بغداد اسحٰق بن ابراہیم نے مشاہیر علماء کو جمع کیا اور ان سے گفتگو کی۔ سب علمائے کرام نے گورنر بغداد سے کہا کہ ''قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، مخلوق نہیں ہے اور ہم اس نظریہ کو کبھی بھی تسلیم نہیں کریں گے۔'' چنانچہ اسحٰق بن ابراہیم نے مامون الرشید کو علماء کے موقف سے آگاہ کر دیا۔

مامون الرشید کا اقدام

جب مامون الرشید کو علماء کے موقف کی اطلاع ملی تو سخت برافروختہ ہوا، اور ان علماء میں دو (بشیر بن الولیدؒ اور ابراہیم بن المہدیؒ) کے قتل کا حکم دے دیا اور بقیہ علماء کے بارے میں گورنر بغداد کو لکھا کہ ان کو گرفتار کر کے اور بیڑیاں پہنا کر اس کے پاس بھیج دیا جائے۔ چنانچہ چار محدثین کرام کو گرفتار کر کے ان کو بیڑیاں پہنائی گئیں۔ اور یہ تھے: امام احمد بن حنبل،

سجادہ، قواریری، محمد بن نوح۔

یہ چاروں علماء ابھی بغداد ہی میں تھے اور گورنر بغداد انہیں مامون کے پاس طرطوس روانہ کرنے والا تھا کہ سجادہ اور قواریری نے اپنی رائے سے رجوع کرلیا۔ چنانچہ اسحٰق بن ابراہیم نے ان دونوں کو رہا کردیا۔

امام احمد بن حنبلؒ اور محمد بن نوحؒ کی طرطوس روانگی

اسحٰق بن ابراہیم نے امام احمد بن حنبل اور محمد بن نوح (رحمۃ اللہ علیہما) کو ہتھکڑیوں اور بیڑیوں میں مامون الرشید کے پاس طرطوس روانہ کیا۔ ان کے ساتھ دوسرے مقامات کے علماء بھی تھے، جو نظریۂ خلقِ قرآن کے منکر اور قرآن کے غیر مخلوق ہونے کے قائل تھے۔

جب امام احمد بن حنبل اور محمد بن نوح سفر پر روانہ ہوئے تو طرطوس میں مامون الرشید کے غیظ و غضب کا یہ حال تھا کہ اس نے دربار میں اعلان کیا: ''اگر احمد بن حنبل نے قرآن کے مخلوق ہونے کا اقرار نہ کیا تو میں اس کو سخت سزا دوں گا۔ اگر پھر بھی اس نے اقرار نہ کیا تو پھر میں تلوار سے احمد بن حنبل کی گردن اڑا دوں گا۔''

امام احمد بن حنبل راستے میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ ''اے اللہ! میری مامون الرشید سے ملاقات نہ ہو سکے۔'' اللہ تعالیٰ نے امام صاحب کی دعا قبول فرمائی اور آپ ابھی طرطوس نہیں پہنچے تھے کہ مامون الرشید کا انتقال ہوگیا۔ یہ سن ۲۱۸ھ اور رجب کا مہینہ تھا۔

امام احمد بن حنبل کو ''رقہ'' میں مامون الرشید کے انتقال کی خبر ملی۔ چنانچہ امام احمد بن حنبل اور محمد بن نوح کو ''رقہ'' سے واپس گورنر بغداد کے پاس بھیج دیا گیا۔ واپسی پر محمد بن نوح کا راستہ میں انتقال ہوگیا۔ امام احمد بن حنبل اور ان کے رفقاء بغداد واپس آ گئے۔

مامون الرشید کا جانشین معتصم

مامون الرشید کے بعد ابواسحٰق محمد بن ہارون الرشید معتصم تختِ خلافت پر متمکن ہوا۔ مامون الرشید نے اپنے انتقال سے پہلے معتصم کو وصیت کی تھی کہ ''وہ قرآن کے بارے میں اس کے مسلک اور عقیدہ پر قائم رہے اور اس کی پالیسی پر عمل کرے، اور قاضی ابن ابی داؤد کو بدستور اپنا مشیر اور وزیر بنائے رکھے۔'' چنانچہ معتصم نے ان دونوں وصیتوں پر عمل کیا۔

امام احمدؒ ابتلاء و امتحان میں

معتصم نے اقتدار سنبھالتے ہی سب سے پہلا کام یہ کیا کہ امام احمد بن حنبلؒ کو دربار

میں طلب کیا۔ چنانچہ امام صاحب کو ہتھکڑیوں اور بیڑیوں میں معتصم کے سامنے پیش کیا گیا۔ امام صاحب جب دربار میں داخل ہوتے ہیں تو دونوں طرف قطار بنائے سپاہی ہاتھوں میں ننگی تلواریں لیے کھڑے ہیں، لیکن امام صاحب ان کو پرکاہ کی حیثیت دیتے ہوئے آگے گزر جاتے ہیں اور معتصم کے سامنے پیش ہوتے ہیں۔ معتصم آپؒ سے سوال کرتا ہے کہ کیا قرآن مجید اللہ کی مخلوق ہے؟ آپؒ فرماتے ہیں: ''قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، مخلوق نہیں ہے''۔

معتصم نے حکم دیا کہ علمائے کرام کو جمع کیا جائے اور احمد بن حنبل سے اس مسئلہ پر مناظرہ کیا جائے۔ چنانچہ جید علماء وقضاۃ کو بلایا گیا۔ تین دن تک مناظرہ ہوتا رہا اور میدان امام احمد بن حنبل کے ہاتھ رہا۔ اس پر معتصم نے والیٔ بغداد اسحٰق بن ابراہیم کو امام صاحب کے پاس بھیجا، تاکہ ان سے اس مسئلہ پر گفتگو کرے۔ اسحٰق بن ابراہیم نے امام صاحب سے گفتگو کی تو امام صاحب کا ایک ہی جواب تھا کہ ''قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، مخلوق نہیں ہے۔'' اس پر اسحٰق بن ابراہیم نے امام صاحب سے مخاطب ہو کر کہا: ''احمد! تم نے اپنی زندگی کو کیوں اجیرن بنا رکھا ہے؟ امیر المومنین نے قسم کھائی ہے کہ وہ آپ کو قتل نہیں کریں گے، بلکہ کوڑوں کی شدید سزا سے دوچار کریں گے اور آپ کو ایسی جیل میں ڈال دیں گے جہاں سورج کی ایک کرن بھی نہیں پہنچ سکتی۔'' لیکن امام صاحب نے اسحٰق بن ابراہیم سے کہا کہ ''میرا ایک ہی جواب ہے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، مخلوق نہیں ہے۔''

امام احمدؒ کی معتصم کے سامنے پیشی

گورنر بغداد نے معتصم سے کہا کہ احمد بن حنبل اپنی بات پر قائم ہیں، تو اس نے حکم دیا کہ احمد بن حنبل کو میرے سامنے پیش کیا جائے۔ معتصم نے اپنی بات دوبارہ دہرائی تو امام صاحب نے انکار کیا، لہٰذا معتصم نے آپ کو کوڑے مارے جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ آپؒ کو اٹھائیس کوڑے مارے گئے۔ ہر جلاد صرف دو کوڑے لگاتا تھا، پھر دوسرا جلاد بلایا جاتا۔ امام احمد ہر کوڑے پر فرماتے تھے:

اعطونی شیئا من کتاب اللّٰہ وسنۃ رسولہٖ حتی اقول بہ

''میرے سامنے اللہ کی کتاب یا اس کے رسول (ﷺ) کی سنت سے کچھ پیش کرو تو میں اس کو مان لوں''۔

مسلسل کوڑوں کی بارش سے امام صاحب بے ہوش ہو جاتے ہیں اور درد کی تاب نہ لا کر زمین پر گر جاتے ہیں، لیکن بے ہوشی کی حالت میں بھی آپ پر کوڑے برسائے جاتے

3

ہیں۔ اور جب ہوش آتا ہے تو قاضی ابن ابی داؤد آپ سے مخاطب ہو کر کہتا ہے: ''احمد! بس میرے کان میں کہہ دو کہ قرآن مخلوق ہے تو میں تجھے اس اذیت ناک عذاب سے نجات دلا سکتا ہوں۔'' امام احمد بن حنبلؒ جواب دیتے ہیں: ''اے ابن ابی داؤد! تم میرے کان میں کہہ دو کہ قرآن اللہ کا کلام ہے مخلوق نہیں ہے تو میں تجھے اللہ کے عذاب سے نجات دلا سکتا ہوں۔'' معتصم نے جب یہ مکالمہ سنا تو حکم دیا کہ احمد بن حنبل کو جیل خانہ میں محبوس کر دیا جائے۔ چنانچہ امام صاحب کو جیل بھیج دیا گیا۔ اس طرح یہ دردناک مار پیٹ کا سلسلہ ختم ہوتا ہے اور تماشائی اپنے گھروں کا رُخ کرتے ہیں۔

بے نظیر عزیمت و استقامت

امام احمد بن حنبلؒ جیل خانے کی چار دیواری میں ۲۸ ماہ تک محبوس رہے' لیکن شدید مصائب و آلام کے باوجود اپنے افکار و نظریات میں متزلزل نہیں ہوئے۔ آپ نے صبر و استقامت سے ہر مصیبت کا مقابلہ کیا۔ آپ کو جو ۲۸ کوڑے مارے گئے' اس کے بارے میں ایک جلاد نے بیان کیا کہ اگر یہ کوڑے کسی ہاتھی کو مارے جاتے تو وہ بھی اپنے ہوش و حواس قائم نہ رکھ سکتا۔ لیکن امام صاحب نے اپنی پیٹھ پر ۲۸ کوڑے کھائے اور صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔

امام صاحب درگزر سے کام لیتے ہیں اور معتصم سے الجھتے نہیں' بلکہ اپنے پروردگار سے اس کے لیے مغفرت طلب کرتے ہیں۔ ۲۸ ماہ جیل میں گزارنے کے بعد امام احمد بن حنبل کو رہا کر دیا جاتا ہے۔

معتصم کے بعد واثق

ربیع الاول ۲۲۰ھ میں معتصم نے انتقال کیا تو اس کی جگہ واثق تختِ خلافت پر متمکن ہوا۔ واثق بھی معتصم کا پیروکار تھا۔ اس نے حالات کا جائزہ لیا اور اس نتیجہ پر پہنچا کہ امام احمد بن حنبل جیسے ٹھوس ارادے کے مالک اور راسخ العقیدہ شخص سے الجھنا عقلمندی نہیں ہے۔ اگر ایسے شخص کو مصائب و آلام کا شکار بنایا گیا تو یہ شخص خندہ پیشانی سے مصائب و آلام برداشت کرے گا' اور دوسری طرف اس کے پیروکاروں میں اضافہ ہو رہا ہے' اس لیے مناسب یہی ہے کہ اس معاملہ کو ختم کیا جائے۔ لیکن واثق نے یہ حکم دیا کہ امام احمد کے متبعین کو تختۂ مشق بنایا جائے اور امام صاحب کو گھر میں نظر بند کر دیا جائے۔ چنانچہ جو لوگ قرآن مجید کو مخلوق ماننے سے انکار کرتے تھے ان کو واثق نے ظلم و ستم کا نشانہ بنایا اور امام صاحب کو ان کے

گھر میں نظر بند کر دیا گیا اور ان پر سخت پابندیاں عائد کر دی گئیں۔ چنانچہ واثق کی وفات تک امام صاحب نظر بندی کی زندگی بسر کرتے رہے۔

واثق کے بعد متوکل

ذوالحجہ ۲۳۲ھ میں واثق نے انتقال کیا اور متوکل تختِ خلافت پر متمکن ہوا۔ متوکل عقائد میں مامون، معتصم اور واثق کے خلاف تھا۔ متوکل نے تخت نشین ہوتے ہی حکم صادر کر دیا کہ ''خلق قرآن کے مسئلہ میں مناظرہ کرنے کی کسی کو اجازت نہیں، قرآن اللہ کا کلام ہے مخلوق نہیں ہے۔'' اس کے بعد متوکل نے ان سب لوگوں کو جو خلقِ قرآن کے سلسلہ میں جیل خانوں میں محبوس تھے، رہا کر دیا۔ اس کے بعد متوکل نے ایک اور بڑا کارنامہ یہ سرانجام دیا کہ مامون، معتصم اور واثق کے عہد میں حدیث کی تشریحات پر جو پابندی لگا دی گئی تھی اس پابندی کو ختم کیا اور حدیث کی نشر واشاعت عام ہونے لگی۔ متوکل کے اس اقدام سے مسئلہ خلقِ قرآن نے جو فضا مکدر کر دی تھی اور جو تاریکی چھا گئی تھی وہ دُور ہوئی اور حدیث کی شعاعوں نے فضا میں روشنی پھیلا دی۔

امام احمد بن حنبل کا عظیم کارنامہ اور اس کا صلہ

امام احمد بن حنبلؒ کی بے نظیر ثابت قدمی اور استقامت سے یہ فتنہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا اور مسلمان ایک بڑے دینی خطرہ سے محفوظ ہو گئے۔ جن لوگوں نے ثابت قدمی نہیں دکھائی ان کی وقعت لوگوں کی نگاہوں میں کم ہوگئی اور ان کا دینی وعلمی اعتبار جاتا رہا، اور ان کے مقابلہ میں امام احمد بن حنبل کا رتبہ ومقام بلند ہوا اور سنت نبویؐ سے ان کی محبت صحیح العقیدہ مسلمانوں کا شعار اور علامت بن گئی۔ امام احمد بن حنبل کے ایک معاصر کا مقولہ ہے: ''جب تم کسی کو دیکھو کہ اس کو احمد بن حنبل سے محبت ہے تو سمجھ لو کہ وہ سنت کا متبع ہے۔''

امام احمد بن حنبلؒ کے ایک معاصر امام علی بن مدینیؒ جو امام بخاریؒ کے استاد ہیں، فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے اس دین کے غلبہ وحفاظت کا کام دو شخصوں سے لیا ہے، جن کا کوئی تیسرا ہمسر نظر نہیں آتا: ارتداد کے موقع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور فتنۂ خلق قرآن کے سلسلہ میں امام احمد بن حنبلؒ۔''

خلقِ قرآن کے حامی علماء کا انجام

متوکل کے وقت خلقِ قرآن کا سرغنہ وزیر محمد بن عبدالملک تھا۔ اس کو متوکل نے گرفتار

کر کے جیل میں بند کر دیا' یہاں تک کہ اس نے جیل ہی میں وفات پائی۔ اس کی وفات کے ۴۷ دن بعد قاضی ابن ابی داؤد پر فالج کا حملہ ہوا تو اس کو منصب قضاء سے ہٹا کر اس کے بیٹے ابوالولید محمد کو قاضی بنا دیا گیا' لیکن لوگوں نے اس کے تقرر پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ جب متوکل کو اس کی اطلاع ملی تو اس نے قاضی ابن ابی داؤد اور اس کے بیٹے کی تمام منقولہ وغیر منقولہ جائیداد ضبط کر لی۔ ان کی تجوریوں سے ایک لاکھ بیس ہزار دینار اور ہیرے جواہرات' جن کی مالیت چالیس ہزار دینار تھی' برآمد ہوئے۔ یہ ساری رقم بھی ضبط کر لی گئی۔ نئے قاضی یحییٰ بن اکثم مقرر ہوئے' جو اہل سنت کے جلیل القدر عالم تھے۔ محرم ۲۴۰ھ میں ابن ابی داؤد نے انتقال کیا اور اس کی وفات کے بیس روز بعد اس کے لڑکے ابوالولید محمد نے بھی سفرِ آخرت اختیار کیا۔

امام احمد بن حنبلؒ کی سیرت

امام احمد بن حنبل ربیع الاول ۱۶۴ھ میں بغداد میں پیدا ہوئے۔ خالص عربی النسل تھے اور قبیلہ شیبان سے تعلق رکھتے تھے۔ صغرسنی میں تعلیم کا آغاز کیا اور ۱۴ سال کی عمر میں دینی علوم سے کافی واقفیت حاصل کر لی۔ ۱۶ سال کی عمر میں حدیث نبویؐ کی تحصیل کی طرف توجہ کی اور متواتر چار سال تک بغداد میں نامور محدثین کرام سے استفادہ کرتے رہے۔ اس کے بعد مزید طلب علم کے لیے حجاز تشریف لے گئے' اور حجاز کے علمائے کرام سے حدیث کی تحصیل کی۔ امام شافعیؒ سے بھی ملاقات ہوئی اور ان سے فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد امام احمد بن حنبلؒ بغداد واپس تشریف لائے۔

۱۹۵ھ میں امام شافعی بغداد آئے اور ۱۹۷ھ تک بغداد میں قیام پذیر رہے' تو امام شافعی سے مزید علمِ فقہ میں استفادہ کیا۔ ۴۰ سال کی عمر میں امام صاحب نے حدیث کا درس دینا شروع کیا۔ یہ بھی ان کا کمال اتباعِ سنت تھا کہ انہوں نے عمر کے چالیسویں سال' جو سنِ نبوت ہے' علم نبوت کی اشاعت شروع کی۔

امام صاحبؒ کے تلامذہ میں سے ائمہ صحاح میں امام بخاری' مسلم اور ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہم شامل ہیں۔ ان کے علاوہ خلقِ عظیم نے آپ سے استفادہ کیا۔ امام احمد بن حنبل سنت کے شیدائی تھے اور سنت نبویؐ سے ان کی محبت اور لگاؤ اِس درجہ تھا کہ تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ حلم کی صفت سے بہت زیادہ متصف تھے۔ معتصم نے اپنے دور میں ان کی زندگی اجیرن کر دی تھی' لیکن آپ نے معتصم کو مخاطب کر کے فرمایا: ''اے امیر المومنین! میں نے تمہیں اپنا

خون معاف کر دیا ہے۔'' استغناء کے وصف سے بھی بہت زیادہ متصف تھے۔ زہد و ورع اور تقویٰ و طہارت ان میں دیگر ائمہ حدیث سے بہت زیادہ تھا۔ اس وصف میں وہ امام سمجھے جاتے تھے۔ آپ بہت زیادہ متقی' پرہیز گار' فیاض' سخی اور صابر و شاکر تھے۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ ''میں جب بغداد سے روانہ ہوا تو وہاں احمد بن حنبل سے بڑھ کر کوئی دوسرا ان سے زیادہ متقی' پرہیز گار' فقیہہ اور عالم نہیں تھا۔''

آپؒ تواضع و انکسار کا پیکر تھے۔ امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کہ ''میں ۵۰ سال ان کی خدمت میں رہا۔ ان میں جو صلاحیتیں اور خوبیاں موجود تھیں ان کے لحاظ سے وہ بے مثال شخصیت کے مالک تھے۔ اس کے باوجود انہوں نے کبھی ہم پر فخر نہیں کیا۔''

امام احمد بن حنبل کی سیرت کا نمایاں پہلو یہ ہے کہ انہوں نے ساری زندگی نعرۂ حق بلند کیا' اپنی جان کو ہتھیلی پر رکھ کر جابر حکمرانوں کا مقابلہ کیا' اور ان کا ظلم و ستم ان کے عزائم کو متزلزل نہ کر سکا۔ نہ کسی لالچ میں آئے اور نہ اپنے مشن کی تکمیل کی خاطر حق سے روگردانی کی' بلکہ حق کو اونچا اور باطل کو سرنگوں کیا۔ حق کی خاطر ظلم و ستم کا پامردی سے مقابلہ کرتے رہے۔ سنت نبوی ﷺ کے احیاء کے لیے اپنی تمام کوششیں صرف کر دیں۔ بدعات و محدثات کو مٹانے کے لیے کوئی کسر باقی نہ چھوڑی۔ دین اسلام پر جس طرف سے بھی حملے ہوئے' ان حملوں کا دندان شکن جواب دیتے رہے۔ مصائب و آلام اور بڑی سے بڑی اور سخت سے سخت مشکلات میں صبر کے دامن کو ہاتھ سے نہیں چھوڑا اور نہ ہی ان کی زبان پر کبھی حرفِ شکایت آیا۔ ان کی مساعی سے دین کو غلبہ حاصل ہوا اور اس دَور میں تمسک بالکتاب والسنۃ کے جو آثار نظر آتے ہیں وہ دراصل ان کی کوششوں کے اثرات ہیں۔

تصانیف میں ان کی ''مسند'' عظیم الشان کتاب ہے' جس میں ۴۰ ہزار احادیث ہیں اور یہ ۳۰ ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔

امام صاحب نے ۷۷ سال کی عمر میں ربیع الاول ۲۴۱ھ میں بغداد میں وفات پائی۔ ان کے جنازے میں ۸ لاکھ مرد اور ۶۰ ہزار عورتیں شریک ہوئیں۔ جنازے میں اتنی بڑی تعداد کی شرکت ان کی عظمت و مقبولیت کا نتیجہ تھی۔

[یہ مضمون تاریخ الاسلام ذہبی' ترجمہ امام احمد بن حنبل' تاریخ بغداد از خطیب بغدادی' حیات امام احمد بن حنبل از ابوزہرہ مصری اور ذکر محنۃ الامام احمد بن حنبل از ابوعبداللہ حنبل بن اسحٰق سے اخذ کیا گیا ہے۔] (عراقی)

1

توضیح و تنقیح

اشراقی تجدّد کا جائزہ

تحریر: مولانا گوہر رحمنؒ

(گزشتہ سے پیوستہ)

بدعتی فرقے اور الجماعۃ

میں نے الجماعۃ پر اپنے مضمون میں لکھا تھا کہ الجماعۃ کا اطلاق اہل سنّت والجماعۃ پر بھی ہوتا ہے' یعنی ان تمام مسلمانوں پر جو سنّت رسولؐ اور سنّت صحابہؓ کا التزام کرتے ہیں اور نفسانی خواہشات پر مبنی فرقوں اور راستوں سے الگ رہتے ہیں۔ اس کے ثبوت میں افتراقِ اُمت کی حدیث پیش کی تھی جس میں کہا گیا ہے کہ اہل کتاب ۷۲ فرقوں میں بٹ گئے تھے' مگر میری اُمت ان سے بھی ایک قدم آگے نکل جائے گی اور ۷۳ فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی' جن میں ۷۲ فرقے دوزخی ہوں گے اور ایک جنتی ہوگا۔ اس حدیث کی اسنادی بحث بھی مختصراً کی گئی تھی اور دوسری احادیث کی روشنی میں حدیث کا یہ مفہوم بھی متعین کر دیا گیا تھا کہ ان فرقوں سے مراد بدعتی فرقے ہیں جن سے منسلک افراد کی مجموعی تعداد بھی ہر دور میں الجماعۃ اور السواد الاعظم یعنی اہل سنّت والجماعۃ کے مقابلے میں ۵ فیصد سے بھی کم رہی ہے۔ یہ وضاحت بھی کر دی گئی تھی کہ مسلمانوں کے اندر فروعی مسائل میں اجتہادی اختلاف کی بنا پر جو مکاتب فکر ہیں یا طریقہ کار' حکمت عملی اور تدبیر کے تنوع کی بنا پر مختلف ناموں سے جو دینی جماعتیں اور اسلامی تحریکیں کام کر رہی ہیں' یہ ۷۲ فرقوں میں شامل نہیں ہیں بلکہ یہ سب کی سب الجماعۃ میں شامل ہیں اور ان کا فروعی مسائل میں اجتہادی اختلاف یا طریق کار اور تدابیر کا اختلاف اُمت واحدہ اور جماعت واحدہ کی وحدت کے منافی نہیں ہے' اس لیے کہ وحدت کی بنیاد حبل اللہ یعنی قرآن کریم اور سنّت رسولؐ اور سنّت اصحابِ رسولؐ ہے اور یہ سب کے سب اس کا التزام کرتے ہیں۔ الجماعۃ کے اس دوسرے مفہوم کے تعین اور اس کی وضاحت کے لیے میرے مضمون میں احادیث کے ضروری حوالے موجود ہیں۔

اس حدیث کے سیاق سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ ۷۲ فرقوں کے مقابلے میں اس جگہ جس الجماعۃ کا ذکر ہوا ہے اس سے مراد نظم اجتماعی اور اسلامی ریاست نہیں ہے۔ مسلمانوں کے اجتماعی نظام اور اسلامی حکومت کے امیر پر مجتمع و متحد ہونے کی اہمیت اور تاکید بہت زیادہ ہے' اور دوسری متعدد نصوص میں الجماعۃ کا لفظ اسلامی حکومت کے معنوں میں استعمال بھی ہوا ہے' لیکن جیسا کہ میں نے آغاز میں لکھا تھا کہ سیاق وسباق اور موقع محل کے بدلنے سے الفاظ کے معنی بدل بھی جاتے ہیں۔ افتراق اُمت کی حدیث کا سیاق اطاعت امیر سے متعلق نہیں ہے' تا کہ یہ کہا جا سکے کہ ۷۲ گروہ امیر کی اطاعت سے نکل کر باغی ہو گئے ہیں اور ایک گروہ اپنے امیر کی اطاعت پر قائم ہے اور الجماعۃ ہے' بلکہ ان گروہوں سے مراد وہ فرقے ہیں جو عقیدے اور عمل کے اعتبار سے قرآن وسنّت اور جماعت صحابہؓ سے ثابت شدہ اصول وقواعد کو چھوڑ چکے ہیں اور اپنی خواہشات و آراء پر مبنی کچھ دوسرے اصول اپنا چکے ہیں۔ ان میں سے کچھ تو سیاسی گروہ تھے اور خلیفۂ وقت سے باغی ہو گئے تھے' جیسے خوارج جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغاوت کر کے اپنا الگ امیر بھی مقرر کر لیا تھا اور ان کے بعض اصول وعقائد بھی الجماعۃ یعنی جماعت صحابہؓ کے اصول وعقائد سے الگ تھے۔ اسی طرح بعض دوسرے فرقوں کے بھی سیاسی مقاصد تھے' لیکن سب کے سب اطاعت امیر سے الگ ہونے والے نہیں تھے' بلکہ ان کے درمیان وہ قدرِ مشترک جس کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دوزخی کہا ہے' وہ **ما انا علیہ واصحابی** سے خروج ہے۔ امام کی اطاعت سے خروج نہیں ہے' اگرچہ امیر عادل سے خروج اور مسلمانوں میں انتشار پھیلانا بھی دوزخ میں جانے کا ذریعہ ہے مگر اس جگہ وجہ یہ نہیں بتائی گئی بلکہ سنّت رسولؐ اور سنّت اصحابِ رسولؐ کے خلاف عقائد واصول اور اعمال و افعال اختیار کرنا دوزخی ہونے کا سبب بتایا گیا ہے' جن میں اطاعت خلیفہ سے بغاوت کرنا بھی شامل ہے۔ لیکن اشراق میں ۷۳ فرقوں کی اس حدیث میں وارد لفظ الجماعۃ کی تشریح یہ کی گئی ہے کہ ''الجماعۃ سے مسلمانوں کا نظم اجتماعی یعنی ریاست اسلامیہ مراد ہے''۔ (۱)

اشراق والوں کی بالعموم عادت یہ ہے کہ الفاظ کے معنی اور آیات واحادیث کی تشریح کرتے ہوئے ایک دعویٰ کر لیتے ہیں اور دلیل بیان نہیں کرتے' بلکہ اپنے دعوے ہی کو بطور دلیل دہراتے رہتے ہیں اگرچہ وہ دعویٰ جمہور علماء کی رائے کے خلاف ہو۔ یہاں پر بھی اور کوئی دلیل نہیں بیان کی گئی سوائے اس کے کہ نظم اجتماعی سے وابستہ رہنے سے ہم فرقوں میں

---

(۱) اشراق' جون ۱۹۹۶ء' ص ۱۰۔

بٹنے سے بچ سکتے ہیں۔نظم اجتماعی کے اس فائدے سے تو انکار نہیں کیا جا سکتا لیکن اس حدیث میں تو **ما انا علیه و اصحابی** سے وابستہ رہنے کا ذکر ہوا ہے جو ۷۲ دوزخی فرقوں سے بچنے اور جنت میں جانے کا ذریعہ ہے' نظم اجتماعی اور اسلامی ریاست سے وابستگی کے بارے میں دوسری بہت سی احادیث بلکہ آیات بھی موجود ہیں' اس لیے اس حدیث سے اسلامی ریاست کی اطاعت ثابت کرنا غیر ضروری اور غیر متعلق بات ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اصول دین کے ماہر علماء نے امراء کی اطاعت اور نظم اجتماعی کے التزام کا ذکر الگ کیا ہے اور اس سے متعلق آیات و احادیث کو بطور دلیل پیش کیا ہے' مثلاً امام طحاویؒ امراء کی اطاعت اور خروج کے عدم جواز کے ذکر کے بعد لکھتے ہیں:

و نتبع السنة و الجماعة و نجتنب الشذوذ و الفرقة(۱)

''اور ہم سنّت اور الجماعۃ کا اتباع کرتے ہیں اور الجماعۃ سے انفراد اور علیحدگی سے اجتناب کرتے ہیں''۔

قاضی ابن ابی العز الدمشقیؒ (متوفی ۷۹۲ھ) اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

السنة طريقة الرسول والجماعة جماعة المسلمين وهم الصحابة والتابعون لهم باحسان الى يوم الدين فاتباعهم هدًى و خلافهم ضلال

''سنّت رسول اللہ ﷺ کے طریقے کا نام ہے' اور الجماعۃ سے مراد ہے مسلمانوں کی جماعت۔ یہ صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں اور قیامت تک آنے والے وہ مسلمان ہیں جو اخلاص کے ساتھ صحابہؓ کا اتباع کرتے ہوں' پس صحابہؓ کی جماعت کی پیروی کرنا ہدایت ہے اور ان کی مخالفت کرنا ضلالت ہے''۔

اس جگہ الجماعۃ کی تشریح یہ کی گئی ہے کہ اس کا مصداق کامل تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت ہے' ان کا جس بات پر اجماع ہو چکا ہو تو اس کی پیروی کرنا ہدایت ہے اور اس کی مخالفت کرنا ضلالت ہے اور دوزخ میں جانے کا سبب ہے۔ اور صحابہؓ کے بعد قیامت تک وہ تمام مسلمان بھی الجماعۃ ہیں جو اصول و فروع دونوں میں اخلاص نیت کے ساتھ صحابہؓ کی جماعت کا اتباع کرتے ہوں اور ان کے فیصلوں کے خلاف اپنی آراء و اہواء یا دوسروں کی آراء و اہواء کو کوئی اہمیت نہ دیتے ہوں۔ اس تشریح کے ثبوت میں عقیدہ طحاویہ کے شارح نے چھ آیات پیش کی ہیں جو یہ ہیں۔ آل عمران ۳۱' آل عمران ۱۰۵' النساء ۱۱۵' الانعام ۱۵۳'

(۲) العقيدة الطحاوية مع شرحه' ص ۴۳۱۔

الانعام ۱۵۹ اور التوبہ ۵۴۔ ان آیات میں اطاعت امیر اور اسلامی حکومت کا ذکر تک نہیں ہوا بلکہ ان میں قرآن وسنّت اور صراط مستقیم کے اتباع کا حکم دیا گیا ہے' اور قرآن وسنّت اور سبیل المؤمنین کے خلاف دوسرے راستوں پر چلنے والے بدعتی فرقوں سے وابستہ ہونے سے روکا گیا ہے۔ تو ان آیات سے ثابت ہوا کہ وہ تمام مسلمان الجماعۃ ہیں جو قرآن وسنّت کے تابع ہوں اور کفر و بدعت سے اجتناب کرتے ہوں۔ اس کے بعد دو حدیثیں نقل کی ہیں' ایک میں اختلاف کثیر اور دوسری میں تہتر فرقوں کی پیشین گوئی کی گئی ہے' اور اختلاف و افتراق میں مبتلا فرقوں سے الگ رہ کر سنّت رسولؐ' سنّت خلفاء راشدینؓ اور سنّت اصحاب رسولؐ کے اتباع و التزام کا حکم دیا گیا ہے۔ ان آیات پر استدلال کرتے ہوئے شارح مذکور لکھتے ہیں:

فبيّن ان عامة المختلفين هالكون من الجانبين الا اهل السنة والجماعة(۱)

''رسول اللہ ﷺ نے واضح کر دیا ہے کہ سب اختلاف کرنے والے دونوں جانب سے تباہ ہونے والے ہیں سوائے اہل سنّت والجماعۃ کے''۔

امام طحاویؒ دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ:

ونرى الجماعة حقا وصوابا والفرقة زيغا وعذابا

''اور ہم الجماعۃ کو حق اور صحیح سمجھتے ہیں اور اس سے الگ ہونے کو گمراہی اور عذاب سمجھتے ہیں''۔

اس جگہ عقیدۂ طحاویہ نے سب سے پہلے ﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا﴾ کا ذکر کیا ہے کہ اللہ کی رسی پر یعنی قرآن وسنّت پر مجتمع ہو جاؤ اور اس کے بعد اختلاف وتفرق اور گروہ بندی و فرقہ بندی کی مذمت میں یہ آیات نقل کی ہیں۔ اور پھر ۷۳ فرقوں کی حدیث نقل کر کے مذکورہ آیات کی روشنی میں لکھا ہے کہ ۷۳ فرقوں کی حدیث میں جس الجماعۃ کو جماعت ناجیہ کہا گیا ہے وہ اہل سنّت والجماعۃ ہیں جو سنّت رسولؐ اور سنّت اصحاب رسول کا التزام کرتے ہیں۔ (۲)

حافظ ابوالقاسم لالکائی (متوفی ۴۱۸ھ) نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام رکھا ہے ''شرح اعتقاد اہل السنّۃ والجماعۃ''۔ باعث تصنیف اور تمہیدی مباحث کے بعد ایک عنوان

---

(۱) شرح عقیده طحاویه' ص ٤٣٢۔

(۲) شرح عقیده طحاویه' ص٦٠٧' ٦٠٨۔

کے تحت انہوں نے ثابت کیا ہے کہ حق کا راستہ سنّت اور الجماعۃ ہی کا راستہ ہے۔ اس کے بعد قرآن وسنّت کے اتباع کو الجماعۃ کا بنیادی اصول قرار دیا ہے اور اس اصول کو احادیث رسولؐ اور آثارِ صحابہ و تابعین سے ثابت کیا ہے اور اس کے بعد عنوان قائم کیا ہے ''اتباع الجماعة والسواد الاعظم'' یعنی الجماعۃ اور سوادِ اعظم کا اتباع لازمی ہے۔ اس عنوان کے تحت ۳۸ احادیث اور آثار بیان ہوئے ہیں جن میں سے بعض کا تعلق نظم اجتماعی کے التزام اور امیر کی اطاعت سے ہے' جو اہل سنّت والجماعۃ کا بنیادی اصول ہے اور قرآن وسنّت کی نصوص سے ثابت ہے اور بعض کا تعلق سنّت رسولؐ اور جماعت صحابہؓ کے اتباع سے ہے جو الجماعۃ کا دوسرا مفہوم ہے۔ اس سلسلے میں دو روایات پر بطور خاص غور کرنا ضروری ہے جو یہ ہیں:

۱) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں جماعت ناجیہ کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ: ((**هِيَ الْجَمَاعَةُ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا**)) ''یہ الجماعۃ ہے اور تم اللہ کی رسی کو سب مل کر تھام لو اور پھوٹ نہ ڈالو''۔ اس حدیث کی ایک سند میں یزید بن ابان آیا ہے جو ضعیف ہے اور دوسری سند میں ابن لہیعہ آیا ہے اور وہ بھی ضعیف ہے' لیکن ابن ماجہ کی سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ اس کے علاوہ یزید بن ابان اور ابن لہیعہ' دونوں کا ضعف اتنا زیادہ شدید بھی نہیں ہے۔ اس حدیث میں الجماعۃ کی علامت خود رسول اللہ ﷺ نے ''**اعتصام بحبل الله**'' قرار دی ہے' یعنی قرآن وسنّت کی پابند جماعت ہی الجماعۃ ہے۔ یہاں پر نظم اجتماعی اور اسلامی ریاست مراد لینے کا کوئی قرینہ موجود نہیں ہے' بلکہ آیت کا حوالہ دینے سے معلوم ہوتا ہے کہ حبل اللہ پر ہونے والے سارے مسلمان مراد ہیں۔

۲) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس کسی نے ذکر کیا کہ امراء نمازوں میں تأخیر کرتے ہیں تو آپؓ نے فرمایا کہ تم اپنے گھروں میں نماز پڑھ لیا کرو اور امراء کے پیچھے پڑھی گئی نماز کو نفل سمجھ لو۔ اس پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ ہم الجماعۃ سے کیسے الگ ہو جائیں۔ ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ الجماعۃ کے اکثر لوگ اصل الجماعۃ سے الگ ہو رہے ہیں۔

انما الجماعة ما وافق طاعة الله وان كنت وحدك(۱)

''بے شک الجماعۃ تو وہ ہے جو اللہ کی اطاعت کرتی ہو اگرچہ تم اکیلے الجماعۃ بن جاؤ''۔

(۱) شرح اعتقاد اهل السنة والجماعة' ص ۹۶ تا ۱۱۳۔

حافظ لالکائی کی درج بالا بحث سے ثابت ہوتا ہے کہ اہل سنّت والجماعۃ ہی الجماعۃ ہیں' البتہ اہل سنّت کے اصول میں سے ایک اہم اصول نظم اجتماعی اور اسلامی حکومت کا التزام ہے۔ اس لیے بہت سی احادیث میں امیر عادل پر مجتمع ہونے والے مسلمانوں کو بھی الجماعۃ کہا گیا ہے۔

امام ابو اسحٰق شاطبیؒ کی کتاب ''الاعتصام'' اتباع سنّت اور اجتناب عن البدعۃ کے موضوع پر لکھی گئی ہے۔ اس کی تیسری جلد میں جماعت المسلمین سے بدعتی فرقوں کے الگ ہو جانے کے اسباب و وجوہ بیان ہوئے ہیں اور ۷۳ فرقوں والی حدیث کے مختلف پہلوؤں پر تفصیلی بحث کی گئی ہے' جس کا حاصل مفہوم یہ ہے کہ ۷۲ فرقوں سے مراد بدعتی فرقے ہیں جن میں سے بعض کافر ہیں اور بعض کفر کی حدود میں داخل نہیں ہوئے ہیں اور ایک فرقہ الجماعۃ ہے جس کی تعریف خود رسول اللہ ﷺ نے کر دی ہے کہ یہ وہ جماعت ہے جو میری اور میرے صحابہؓ کی سنّت پر قائم ہو۔ لیکن چونکہ دوسری احادیث میں بھی الجماعۃ کا لفظ آیا ہے اس لیے اس کے مفہوم کا تعین ضروری ہے۔ اور پھر الجماعۃ کے مفہوم کے بارے میں علماء کے پانچ اقوال نقل کیے ہیں جن کا حاصل مفہوم اگر نکالا جائے تو وہی معنی بنتے ہیں جن کا ذکر میں نے اس مضمون کے آغاز میں کیا ہے' ایک یہ کہ سنّت رسولؐ اور سنّت صحابہؓ پر قائم رہنے والے سب مسلمان الجماعۃ ہیں اور دوسرے یہ کہ اسلامی حکومت پر مجتمع ہو جانے والے مسلمانوں کو بھی الجماعۃ کہا جاتا ہے' بشرطیکہ وہ حکومت کتاب وسنّت کے مطابق ہو' اس لیے کہ سنّت کے خلاف کسی چیز پر اجتماع الجماعۃ کے مفہوم سے خارج ہے جیسے خوارج کا اجتماع۔ اس بحث کا اختتام شاطبیؒ نے ان الفاظ پر کیا ہے کہ: **فھذہ خمسة اقوال دائرة علی اعتبار اھل السنة** کہ یہ پانچ اقوال راجع ہیں ایک ہی بات کی طرف کہ اہل سنّت ہی الجماعۃ ہیں۔ (۱)

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے بھی اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں لکھا ہے کہ:

واما الفرقة الناجية فھی اھل السنة والجماعة

''جماعت ناجیہ سے مراد اہل سنّت والجماعۃ ہیں''۔

ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ اہل سنّت ہی اہل حق ہیں۔ یہ صحابہؓ کی جماعت ہے اور وہ سارے محدثین' فقہاء اور عام مسلمان بھی اہل سنّت ہیں جو صحابہؓ کی سنّت پر چلتے ہوں۔ (۲)

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ لکھتے ہیں:

---

(۱) الاعتصام' طبع المنار' مصر ۱۹۱٤ء' ج۳' ص ۳۸ تا ۱٤۲۔

(۲) الفصل بین الملل والنحل' ج۲' ص ۱۱۳۔

''۷۳ فرقوں میں جس جماعت کو ناجیہ کہا گیا ہے اس سے مراد وہ مسلمان ہیں جو اپنے عقیدے اور عمل دونوں میں قرآن وسنّت اور صحابہ وتابعین کی سنّت کے تابع ہوں' اگرچہ ان کے درمیان غیر منصوص اور غیر اجماعی مسائل میں اجتہادی اختلاف موجود ہو۔ اور غیر ناجی جماعت ہر وہ فرقہ ہے جس نے سلف صالحین (صحابہ وتابعین) کے عقیدے اور عمل کے خلاف کوئی عقیدہ یا عمل اختیار کر لیا ہو۔''(۱)

ممتاز ائمہ اہل سنّت کے یہ اقوال میں نے اس لیے نقل کیے ہیں کہ ۷۳ فرقوں کی حدیث میں لفظ الجماعۃ کا جو مفہوم میں نے متعین کیا تھا اور جس کے لیے دوسری احادیث نظائر کے طور پر پیش کی تھیں' دوسرے ممتاز فقہاء ومحدثین نے بھی یہی مفہوم متعین کیا ہے اور میں ان کا خوشہ چین ہوں۔ وہ مفہوم یہ ہے کہ قرآن وسنّت اور جماعت صحابہؓ کا اتباع کرنے والے سارے مسلمان الجماعۃ ہیں جن کو اصطلاحاً اہل سنّت والجماعۃ کہا جاتا ہے۔

خروج کا شرعی حکم

میرے مضمون کا مرکزی موضوع الجماعۃ کے مفہوم کا تعین تھا جو شرعی نصوص کی روشنی میں واضح کر دیا گیا تھا۔ باقی رہا مسئلہ خروج کا تو اس کے بارے میں مَیں نے لکھا تھا کہ ''خروج اور مسلح بغاوت کا مسئلہ اس وقت زیر بحث نہیں ہے' اس لیے اس موضوع پر فی الحال میں اپنی رائے پیش کرنا ضروری نہیں سمجھتا۔''

لیکن باوجود اس وضاحت کے اشراق کے جوابی مضمون میں اس مسئلے کو چھیڑا گیا جس کا الجماعۃ کے شرعی مفہوم سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ بہرحال بعد میں میں نے ایک سوال کے جواب میں پوری تفصیل اور استدلال کے ساتھ خروج کے موضوع پر ایک مضمون لکھا جو ''فاران'' نومبر ۱۹۹۵ء میں شائع ہو چکا ہے۔ مجھے امید ہے کہ اشراق والوں نے پڑھا ہوگا۔ اگر نہیں پڑھا تو اب پڑھ لیں۔ یہی مضمون اشراق کا جواب ہے' یہ مضمون میری کتاب تفہیم المسائل حصہ سوم ص ۲۷۹ تا ۲۹۶ پر بھی دیکھا جا سکتا ہے' تاہم اس مضمون کا خلاصہ یہاں دیا جا رہا ہے' البتہ دلائل اور حوالے چونکہ اصل مضمون میں موجود ہیں اس لیے اس خلاصے میں ان کو دہرانا ضروری نہیں سمجھا گیا۔

۱) کفر بواح کی مرتکب اور شریعت سے منحرف سیکولر حکومت کے خلاف خروج اور مسلح جدوجہد بالاجماع جائز ہے۔

---

(۱) حجة الله البالغة' ج ۱' ابواب الاعتصام بالكتاب والسنة۔

۲) جوحکومت قرآن وسنّت کی بالادستی عملاً تسلیم کرتی ہواوراس نے عملاً شریعت نافذ بھی کردی ہو' مگراس کا سربراہ فسق وفجور میں مبتلا ہوگیا ہوتو اس کی اصلاح کی کوشش کرنا یا پُرامن ذرائع سے اس کومعزول کرنے کے لیے جدوجہد کرنا تو واجب ہے' مگر جب تک اس نے کھلے اور قطعی کفر کا ارتکاب نہ کیا ہواُس وقت تک جمہوراہل سنّت والجماعۃ کے نزدیک اس کے خلاف مسلح جدوجہد جائز نہیں ہے بلکہ ممنوع ہے۔

۳) امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک فاسق امیر کے خلاف مسلح جدوجہد جہاد ہے اور نہی عن المنکر میں شامل ہے' تاہم مشائخ حنفیہ کی اکثریت نے بعد کے ادوار میں اس کے عدم جواز کا فتویٰ دیا ہے۔

۴) کفر کی مرتکب سیکولر حکومت کے خلاف بالاجماع اور فاسق امیر کے خلاف امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جوخروج جائز ہے اس کے لیے سب کے نزدیک شرط یہ ہے کہ ایک ایسے عادل امیر کی امارت میں خروج کیا جائے جس کی پشت پر ایک معتد بہ اور ضروری افرادی اور مادی قوت موجود ہو' انفرادی طور پر یا الگ الگ غیر منظّم اور غیر مربوط گروپوں کی شکل میں قتل و قتال اور بے مقصد خونریزی جائز نہیں ہے۔

۵) مولانا مودودیؒ نے امام ابوحنیفہؒ کی رائے کی تائید کی ہے' لیکن دورِ حاضر میں مسلح جدوجہد کے ناقابل عمل ہونے کی بنا پر جماعت اسلامی کے دستور میں لکھ دیا گیا ہے کہ جماعت کبھی بھی ایسے ذرائع استعمال نہیں کرے گی جن سے فساد فی الارض رونما ہوتا ہو۔ (دستور جماعت اسلامی دفعہ ۵) مولانا مسلم معاشرے میں کام کرنے والی اسلامی تحریکوں کے کارکنوں کو ہمیشہ یہ نصیحت کرتے رہے ہیں کہ اسلحہ کے زور پر انقلاب برپا کرنے کی ہرگز کوشش نہ کریں' یہ بے صبری اپنے نتائج کے اعتبار سے خطرناک اور زیادہ خراب ثابت ہوسکتی ہے۔

۶) خروج کے جائز یا ناجائز ہونے سے قطع نظر دَورِ حاضر کے مسلم معاشرے میں کسی مسلمان حکومت کے خلاف اگرچہ وہ الجماعۃ اور اسلامی حکومت نہ ہو' کسی غیرحکومتی تنظیم کی مسلح بغاوت نتیجہ خیز ثابت نہیں ہوسکتی' کیونکہ عصر حاضر میں حکومت کے پاس مربوط و منظّم اور جدید ترین اسلحہ سے لیس فوج ہر وقت تیار رہتی ہے جس کے پاس مواصلات' نشر و اشاعت اور نفسیاتی جنگ کا جدید ترین سائنٹیفک نظام موجود ہوتا ہے' جو کسی غیرحکومتی تنظیم کے لیے ممکن ہی نہیں ہے۔

۷) جب مسلح جدوجہد موجودہ دور میں قابل عمل اور نتیجہ خیز نہیں ہے تو اسلامی حکومت یعنی الجماعۃ کے قیام اور اسلامی نظام کے نفاذ کا طریقہ پھر کیا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ

اس کا طریقہ دعوت و تبلیغ اور تعلیم و تربیت ہے۔ جب مسلمانوں کی اکثریت یا معتد بہ تعداد کے اندر دین کا صحیح شعور' اس پر غیر متزلزل ایمان' اس پر عمل کرنے کا عزم اور اسلامی نظام کی لگن' تڑپ اور پیاس پیدا ہو جائے گی تو ان شاء اللہ طاغوت کا تختہ الٹ دیا جائے گا' خواہ پُر امن انقلاب کے ذریعے الٹ دیا جائے یا انتخاب کے ذریعے الٹ دیا جائے۔ لیکن جب تک مسلمانوں کی معتد بہ تعداد کے اندر اسلامی نظام کی شعوری خواہش اور پیاس پیدا نہیں ہوتی اُس وقت تک نہ انقلابی طریقہ کامیاب ہوسکتا ہے اور نہ انتخابی طریقہ کامیاب ہوسکتا ہے۔

۸) سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ موجودہ بگڑے ہوئے معاشرے میں جب انتخابی طریقے سے اسلامی حکومت قائم نہیں ہوسکتی تو پھر دینی تنظیمیں اس میں عملی حصہ کیوں لیتی ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ انتخاب میں اسلامی طریقے کے مطابق حصہ لینا دراصل اسلام کے سیاسی اور شورائی نظام کی تعلیم و تشہیر کا ایک ذریعہ ہے اور یہ بھی دعوت و تبلیغ کا حصہ ہے' اور اگر کچھ لوگ اسمبلیوں تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے تو حکمرانوں کے ایوانوں میں دعوتِ دین کا کام کریں گے۔ البتہ جو دینی جماعتیں اور افراد اسمبلیوں میں جا کر طاغوت کے ساتھ مفاہمت کر لیتے ہیں اور اسمبلیوں میں پہنچنے کے لیے غیر اسلامی اور غیر اخلاقی طریقے اختیار کرتے ہیں اور غیر اخلاقی طریقے پر انتخابی مہم چلاتے ہیں' جیسا کہ اشراقی سکالروں کے محبوب اسلامک فرنٹ نے چلائی تھی' تو ان کے طرزِ عمل سے اسلام کی دعوت کو یقیناً نقصان پہنچتا ہے' لیکن اسلام کے طریقے کے مطابق انتخابی مہم چلانا مسلمان عوام کی اسلامی احکام کے مطابق سیاسی تربیت کا ایک مؤثر ذریعہ ہے اور اس کی افادیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اگر دینی جماعتیں دین کے باقی شعبوں سے متعلق احکام کی تبلیغ و تعلیم کرتی رہیں مگر عملی سیاست اور انتخابی عمل سے الگ تھلگ رہیں تو میدان سیکولر سیاست دانوں کے لیے خالی ہو جائے گا اور وہ لوگوں کی اپنے طرز پر سیاسی تربیت کریں گے' عوام کے ذہنوں میں دین و سیاست کی جدائی کا تصور بٹھاتے رہیں گے اور سیکولر سیاست فروغ پاتی رہے گی۔

اشراقی فکر کے ایک دوسرے نمائندے کہتے ہیں کہ ''علماء حکمرانوں کے حریف بننے کی بجائے اپنی مسند انذار پر قائم رہیں''۔ (۱)

میری رائے تو یہ ہے کہ دینی سیاست لادین سیاست کی فطری حریف ہے۔ انذار کے معنی اگر لادینیت کے نتائج سے خبردار کرنا ہیں تو آخر اس سے سیکولر سیاست کس طرح خارج

---

(۱) اشراق' فروری ۱۹۹۶ء' ص ۳۹۔

ہوگئی؟ البتہ اسلام کے مطابق حکمرانی کرنے والوں کے ساتھ محاذ آرائی کرنا علماء کے لیے بھی مناسب نہیں ہے اور غیر علماء کے لیے بھی مناسب نہیں ہے۔ اسی طرح ذاتی اغراض کے لیے اور غنیمت لوٹنے کے لیے انتخاب میں حصہ لینا اور حریف بننا علماء کے لیے بھی ممنوع ہے اور غیر علماء کے لیے بھی ممنوع ہے۔

دو اہم شہادتیں

میرے مضمون کا جواب دینے والے دانشور نے اپنے دعوے کے ثبوت میں دو اہم شہادتیں پیش کی ہیں، مگر اتفاق کی بات ہے کہ یہ دونوں شہادتیں میری رائے کے حق میں اور ان کے نرالے دعوے کے خلاف جا رہی ہیں۔ حضرت مولانا شاہ اسماعیلؒ اور حضرت مولانا صدر الدین اصلاحی کی جو عبارات اشراق کے اپریل ۱۹۹۶ء کے شمارے میں نقل کی گئی ہیں ان میں تو اشاروں کنایوں میں بھی یہ بات نہیں کہی گئی کہ قرآن وسنّت کی بالادستی سے انحراف کرنے والی سیکولر حکومت بھی واجب الالتزام الجماعۃ ہے۔ ان دونوں بزرگوں نے جو کچھ لکھا ہے اس کا تعلق اطاعت کی شرائط سے ہے اور خروج کی حرمت یا وجوب کی صورتوں سے ہے جو نہ زیر بحث ہے اور نہ ہمارے درمیان اختلافی ہے۔ لیکن جب اس دانشور نے یہ شہادتیں قارئین کی عدالت میں پیش کر ہی دی ہیں تو آیئے دیکھیں کہ یہ ان کے خلاف جا رہی ہیں یا میرے حق میں جا رہی ہیں۔

شاہ اسماعیلؒ کی شہادت: ''منصبِ امامت'' میں نے پہلے بھی پڑھی تھی اور متعلقہ بحث دوبارہ پڑھ لی ہے، لیکن مناسب یہ ہے کہ موضوع سے متعلق بحث کا خلاصہ مولانا امین احسن اصلاحی صاحب کی کتاب ''اسلامی ریاست'' سے پیش کر دیا جائے، اس لیے کہ اشراقی مفکرین اپنے آپ کو فکرِ فراہی سے وابستہ کرتے ہیں اور فکرِ فراہی کے صحیح ترجمان مولانا امین احسن اصلاحی صاحب ہیں۔ مولانا امین احسن اصلاحی نے طریق نبوت سے حکومت کے انحراف کی تین شکلیں بیان کی ہیں اور ان کے الگ شرعی احکام بیان کیے ہیں جو درج ذیل ہیں۔

۱) انحراف کی پہلی شکل یہ ہے کہ حکومت کا نظام تو اسلامی ہو یعنی عدالت و قضا کے معاملات کتاب وسنّت کے اصولوں پر انجام پا رہے ہوں، حدود وتعزیرات اسلامی ہوں، معاملات میں اسلامی قوانین کارفرما ہوں، تہذیب ومعاشرے میں غالب رنگ اسلام کا ہو اور حلال وحرام کے فیصلے کتاب الٰہی کی روشنی میں کیے جاتے ہوں، لیکن امیر اور اس کے عمال میں

وہ دیانت داری اور تقویٰ نہ ہو جو رسولؐ کی خلافت کے شایان شان ہے' ان کی اطاعت کے لیے دل کا اخلاص ضروری نہیں ہوگا' لیکن ان کے خلاف تلوار اٹھانے والا فساد فی الارض کا مرتکب ہوگا' کیونکہ اس بگاڑ کی اصلاح رائے عامہ کے دباؤ سے بآسانی کی جاسکتی ہے۔ (۱)

۲) انحراف کی دوسری شکل وہ ہے جس کو شاہ اسماعیل شہیدؒ نے حکومت ضالہ کا نام دیا ہے۔ حکومت ضالہ کا حکمران اسلام کا دعویٰ کر کے اگر چہ کھلے کفر سے اپنے آپ کو محفوظ رکھتا ہے' لیکن اس کی حکومت اسلامی نہیں ہوتی بلکہ دین کے لیے زہر قاتل ہوتی ہے۔

چونکہ اس کی تکفیر ایک مشتبہ مسئلہ ہے' لہٰذا اس کے خلاف بغاوت کا اعلان کرنا بھی اختلافی مسئلہ ہے۔ اس کے خلاف بغاوت کرنے سے یہ اندیشہ مانع ہے کہ کہیں انارکی اس کی جگہ نہ لے لے' اس لیے محتاط شخص کو خود تو اقدام نہیں کرنا چاہیے' لیکن اگر کوئی دوسرا اس کی مخالفت اور منازعت پر کمر بستہ ہو تو اس پر زبانِ طعن نہ کھولے۔ شاہ اسماعیل شہیدؒ کی عبارت کا آخری حصہ اشراق میں حذف کر دیا گیا ہے' حالانکہ خروج کے مسئلے اور حکومت ضالہ کے حکم شرعی کے سلسلے میں ذکر کرنے کے قابل یہی حصہ تھا' جو یہ ہے:

> ''ہاں اگر اس کی حکومت کا تختہ الٹنے کے بعد خلافت راشدہ یا حکومت عادلہ کا قیام یقینی ہو تو اس صورت میں جنگ و جدال کے جھنڈے بلند کرنا اور اس گمراہ اور بدعتی کو تخت سے اتارنا دین اور اہل دین دونوں کے حق میں نفع مند ثابت ہوگا اور اگر ایسا نہ کیا جائے تو عام و خاص سب کو نقصان پہنچے گا''۔ (۲)

پاکستان کی موجودہ حکومت کے بارے میں اشراقی نقطۂ نظر یہ ہے کہ: ''اس کو حکومت ضالہ کہنا ہمارے نزدیک آسان نہیں ہے' کیونکہ قرآن کی حاکمیت کو تسلیم کیا گیا ہے' ملک کا صدر نماز کا پابند ہے' حج و عمرہ ادا کرنے والا ہے' ہر چند دن کے بعد حکومت کی طرف سے اسلام کی وابستگی کا دم بھرا جاتا ہے''۔ (۳)

اس میں تو شک نہیں ہے کہ پاکستان کے آئین میں قرآن و سنّت کی بالادستی اور اللہ تعالیٰ کی حاکمیت تسلیم کی گئی ہے' لیکن شاہ صاحب نے حکومت کی بات کی ہے آئین کی بات نہیں کی اور پاکستان کی موجودہ حکومت قرآن و سنّت کی برتری کو عملاً تسلیم ہی نہیں کرتی اور

---

(۱) اسلامی ریاست طبع لاہور ۱۹۷۷ء' ص ۲۶۹' ۲۷۰۔

(۲) اسلامی ریاست از مولانا اصلاحی' ص ۳۷۹۔

(۳) اشراق' اپریل ۱۹۹۶ء' ص ۲۲۔

سیاست میں مذہب کی مداخلت کی قائل ہی نہیں ہے۔ ضیاء الحق شہید نے جو اسلامی سزائیں نافذ کی تھیں ان کو ملک کی وزیراعظم وحشت و بربریت کا نام دیتی ہیں۔ صدر تو نماز پڑھتا ہوگا' لیکن حکومت کا نظام عملاً وزیراعظم چلاتی ہے' جس کی اقتدا میں نماز کو شاید اشراق والے بھی جائز نہ سمجھتے ہوں گے۔ اسلام کا نام تو چند دن کے بعد یہ حکومت لے لیتی ہے' لیکن اسلامی شعائر و اقدار کا مذاق روزانہ اڑاتی ہے۔ فحاشی اور عریانی کو نہ صرف یہ کہ فروغ دے رہی ہے' بلکہ گندی سے گندی اور قبیح ترین عریانیت اور فحاشی کو بھی اسلامی ثقافت کہتی ہے۔ اس حکومت کی ضلالت تو اندھوں کو بھی نظر آ رہی ہے' لیکن اشراقی دانش گاہ کے دانشوروں کے لیے اس کو حکومت ضالہ کہنا آسان نہیں ہے۔ جب ان کے لیے اسے حکومت ضالہ کہنا مشکل ہے تو حکومت کافرہ کہنا اور زیادہ مشکل ہوگا۔ اس کے بعد رہ جاتی ہے حکومت عادلہ تو کیا ان کے نزدیک یہ حکومت عادلہ ہے؟ ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے!

۳) انحراف کی تیسری شکل کفر کی حکومت ہے۔ یہاں اصل کفار کی حکومت مراد نہیں ہے' بلکہ کسی ایسی ٹولی کی حکومت مراد ہے جو اپنے آپ کو مسلمانوں کے زمرے میں شمار بھی کرے اور پھر کھلے موجباتِ کفر کو عمل میں بھی لائے اور ایسے لوگوں سے شریعت کے احکام کے بارے میں اتنی زیادہ مخالفت اور دشمنی ظاہر ہو کہ ان پر کفر و ارتداد کا حکم ثابت ہو جائے۔ اس قسم کے حکمران کافر' مرتد اور زندیق ہیں' ان کے خلاف جہاد کرنا اسلام کے ارکان میں شامل ہے۔ ایسی حکومتِ ارتداد کا قائم ہو جانا غلبۂ کفار کے مشابہ ہے اور مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ ان کے خلاف جہاد برپا کریں اور اس فساد کو تلوار کے زور سے دبا دیں' اور اگر ایسا نہ کر سکیں تو ہجرت کر کے دارالاسلام میں آ جائیں۔ (اگر کہیں موجود ہو اور وہاں جانا ممکن ہو)[۱]

غالبًا پاکستان کی حکومت تیسری قسم میں ابھی داخل نہیں ہوئی' اس لیے کہ حکمرانوں کا ارتداد ابھی ثابت نہیں ہوا' لیکن اس کا قسمِ ثانی میں شامل ہونا کھلی حقیقت ہے' مگر خروج نتیجہ خیز اور مفید نہیں ہے اس لیے مسلح بغاوت نہیں ہونی چاہیے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ شاہ صاحب کی یہ عبارت میری کس بات کے خلاف بطور اہم شہادت پیش کی گئی ہے؟ اگر شاہ صاحب نے حکومتِ ضالّہ کو الجماعۃ کہا ہے تو بتایئے کہاں لکھا ہے؟ شاہ صاحب نے تو اسے دین کے لیے زہر قاتل کہا ہے۔ اور اگر مقصد یہ ہے کہ بغاوت نہ کرو تو شاہ صاحب تو کہتے ہیں کہ حکومت ضالہ کے خلاف بغاوت ایک مفید عمل ہے اگر اس کی جگہ حکومت عادلہ قائم کی جا سکتی ہو' اور کفر

(۱) اسلامی ریاست' ص ۲۸۰ تا ۲۸۴۔

کی حکومت کے خلاف تو بغاوت فرض ہے۔ اس کے برعکس اشراق کی رائے یہ ہے کہ کفر بواح کا ارتکاب کرنے والی حکومت کے خلاف شرائط پوری ہونے کے بعد بغاوت صرف جائز ہے واجب کسی صورت میں بھی نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ فکر اشراق فکر اسماعیل سے متضاد ہے۔ اسی طرح امام نوویؒ کا حوالہ دیا گیا ہے، حالانکہ نوویؒ نے اجماع نقل کیا ہے کہ کفر بواح کی مرتکب حکومت کے خلاف بغاوت کرنا واجب ہے اگر طاقت ہو، مگر اشراق والوں کی رائے یہ ہے کہ واجب کسی صورت میں بھی نہیں ہے۔ اشراقی دانشور بھی عجیب وغریب لوگ ہیں کہ جب فقہاء ومحدثین کی متفقہ رائے کے خلاف کبھی بات کرتے ہیں تو نہ کوئی دلیل دیتے ہیں اور نہ حوالہ دیتے ہیں، بلکہ صرف اپنے قول ودعویٰ ہی کو دلیل سمجھ بیٹھتے ہیں، اور جب کبھی حوالہ دیتے ہیں تو یہ نہیں سوچتے کہ یہ میری تائید کر رہا ہے یا تردید کر رہا ہے۔ بہرحال شاہ اسماعیل شہیدؒ نے جو کچھ فرمایا ہے یہی میری رائے ہے جو خروج کے مسئلے پر فاران کے نومبر ۱۹۹۵ء کے شمارے میں شائع ہو چکی ہے، اور تفہیم المسائل حصہ سوم میں بھی موجود ہے۔

<u>مولانا صدر الدین اصلاحی کی شہادت</u>: مولانا صدر الدین اصلاحی نے اپنے الفاظ میں وہی باتیں کہی ہیں جو شاہ اسماعیل شہیدؒ نے ''منصبِ امامت'' میں لکھی ہیں۔ اشراق میں اصلاحی صاحب کی بات پوری نقل نہیں کی گئی، انہوں نے فاسق امیر کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے وہ بھی پورا نقل نہیں کیا گیا اور کفر عملی یا کفر اعتقادی میں مبتلا امراء کے بارے میں اہل سنّت والجماعۃ کا جو مسلک بیان کیا ہے اسے تو بالکل نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ بہرحال میں اصلاحی صاحب کی رائے کا خلاصہ پیش کیے دیتا ہوں جو یہ ہے۔

خلفاء کے فکر وعمل کا بگاڑ چھ نوعیتیں اختیار کر سکتا ہے۔

۱) رعایا کے حقوق ادا نہ کرے اور ان پر ظلم وستم روا رکھے۔

۲) معصیت کا حکم دینے پر بھی اتر آئے۔

۳) اپنی شخصی زندگی میں فسق وفجور کا ارتکاب کرنے لگے۔

ان تینوں کا حکم یہ ہے کہ ان کے خلاف خروج اور مسلح بغاوت ممنوع ہے۔[(۱)] لیکن امام نووی اور ابن حجر کے حوالے دے کر لکھا ہے کہ یہ ممانعت قاعدہ اھون البلیتین کے تحت صرف بدامنی، خانہ جنگی، خونریزی اور انارکی کے خطرے کی وجہ سے ہے ورنہ بغیر خونریزی کے پُرامن طریقے سے ایسے حکمرانوں کا معزول کرنا ضروری اور لازمی ہے۔

---

(۱) اسلام اور اجتماعیت، ص ۱۲۹۔

۴) ارکان اسلام اور نماز کا تارک ہو جائے۔
۵) غیر اسلامی قوانین پر فیصلے کرے۔
۶) کفر کے عقائد اختیار کر لے۔

مولانا اصلاحی نے چوتھی اور پانچویں قسم کو کفر عملی اور چھٹی قسم کو کفر اعتقادی کا نام دیا ہے' اور تینوں کا حکم یہ بیان کیا ہے کہ اگر ممکن ہو تو ایسے امیر کو تلوار کی نوک سے ہٹا کر دور پھینک دیا جائے۔

بگاڑ کی مذکورہ بالا اقسام کی تفصیلات مع دلائل کے بیان کرنے کے بعد مولانا اصلاحی نے خلاصہ اس طرح بیان کیا ہے:

''مذکورہ بالا چھ ممکن صورتوں میں سے پہلی تین کے اندر خلیفہ کو چیلنج کرنے کی ممانعت ہے اور آخری تینوں صورتوں میں اسے معزول کرنے کی ہدایت ہے۔ اسلام کو حکومت کا نظام بجائے خود مطلوب نہیں ہے' بلکہ اہم مصالح اور عظیم مقاصد حاصل کرنے کا وہ محض ایک لازمی ذریعہ ہے اور ان مصالح و مقاصد میں سے اولین اور اہم ترین شرعی قوانین کا نفاذ ہے۔ اب اگر حکومت کا سربراہ خدانخواستہ اسلام ہی سے برگشتہ ہو جاتا ہے تو اس سے عام نظم و نسق کو چلانے کی توقع تو ضرور باقی رکھی جا سکتی ہے' لیکن یہ توقع خواب و خیال میں بھی نہیں کی جا سکتی کہ وہ اپنی منصبی کارکردگی اس مطلوب کو حاصل کرنے میں صَرف کرے گا جسے اسلام اپنے نظامِ مملکت کے قیام کی بنیادی غایت قرار دیتا ہے۔ اس کے برخلاف پورے یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ وہ اپنی ساری طاقت اس کے خلاف استعمال کرے گا۔ اس لیے اس کے ہاتھوں سے زمامِ خلافت چھین لینا عین منشاءِ اسلام ہوگا۔ کچھ ایسی ہی صورت باقی دو صورتوں میں بھی پیش آ سکتی ہے۔ (یعنی کفر عملی کی چوتھی اور پانچویں صورتیں) جو شخص اسلام کی عملی بنیادوں سے بھی کوئی لگاؤ نہ رکھتا ہو اور شریعت کے قوانین کو منسوخ کر دینے میں بھی اسے کوئی باک محسوس نہ ہوتا ہو' اس سے تو یہ شاید ممکن ہو کہ ملک کو اقتصادی حیثیت سے دولت کا گھر اور سیاسی حیثیت سے دنیا کا لیڈر بنا دے' مگر یہ کسی طرح ممکن نہیں ہے کہ وہ اسے بندگیٔ ربّ کا گہوارہ اور خیر و صلاح کا مرکز باقی رکھے گا۔ ایسے شخص کو اپنے اجتماعی نظام کا ذمہ دار بنائے رکھنا بالکل ایسا ہی ہے جیسے چوروں اور ڈاکوؤں کو امن و حفاظت کی ذمہ داریاں سونپ دی جائیں''۔ (۱)

---

(۱) اسلام اور اجتماعیت' ص ۱۳۰ تا ۱۴۰۔

مولانا اصلاحی صاحب کی درج بالا تحقیق بالکل صحیح اور درست ہے جس کے ثبوت میں انہوں نے ٹھوس دلائل دیے ہیں۔ لیکن اشراقی دانشوروں کی رائے سے تو اس کی کوئی مناسبت ہی نہیں ہے' مثلاً اشراق کی رائے یہ ہے کہ کفر کی حکومت بھی الجماعۃ ہے جب تک مسلمانوں کا اعتماد اسے حاصل ہوا' البتہ چار شرائط پوری ہونے کے بعد اس کے خلاف بغاوت صرف جائز ہے۔ مگر اصلاحی صاحب کی رائے یہ ہے کہ ایسی حکومت کو تلوار کی نوک سے ہٹا کر دور پھینکنا واجب ہے اور عین منشاء اسلام ہے۔ اسی طرح اشراق والے الجماعۃ کی علت مجتمع رکھنا قرار دیتے ہیں اور اصلاحی صاحب حکومت کو شرعی قوانین کے نفاذ کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ اصلاحی صاحب کی رائے یہ ہے کہ فاسق کی حکومت کو پُر امن ذرائع سے ختم کرنا لازم ہے' مگر اشراقی فلسفہ یہ ہے کہ علماء کو حکمرانوں کا حریف نہیں بننا چاہیے' بلکہ انذار کی ذمہ داریاں ادا کرتے رہنا چاہیے۔ مذکورہ بالا تفصیل سے ثابت ہوا کہ مولانا صدرالدین اصلاحی کی شہادت اشراق کے خلاف جارہی ہے۔

دینی جماعتوں کا شرعی حکم

میں نے اپنے مضمون میں لکھا تھا کہ دینی سیاسی جماعتوں کے موضوع پر میرا تفصیلی مقالہ میری کتاب تفہیم المسائل حصہ اول میں شامل ہے اس لیے اس موضوع پر لکھنے کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ یہ مقالہ اصل میں وفاقی شرعی عدالت کے استفسار کا جواب ہے۔ میں قارئین سے درخواست کروں گا کہ میری کتاب تفہیم المسائل حصہ اول ص ۵۲۲ تا ۶۱۲ پر اسے توجہ سے پڑھ لیں' تاکہ اس بارے میں میرا نقطۂ نظر پوری طرح ان کے سامنے آ جائے۔

میں نے الجماعۃ پر اپنے مضمون میں ضمنی طور پر یہ لکھ دیا تھا کہ اگر اسلامی حکومت موجود نہ ہو تو اس کے لیے منظّم جدوجہد کرنا دینی فریضہ ہے اور جو جماعتیں اور تنظیمیں اس کے لیے شرعی طریقے کے مطابق کام کر رہی ہوں ان میں سے جس پر زیادہ اعتماد ہو اس میں شامل ہو کر غلبۂ دین کے لیے جدوجہد کرنا دین کا لازمی تقاضا ہے۔ اس پر اشراق کے ترجمان کا تبصرہ یہ ہے کہ اس بات کی تائید میں کتاب وسنّت سے کوئی دلیل پیش نہیں کی گئی۔ دلائل سے تو میں پہلے ہی فارغ ہو گیا تھا اس لیے ان کو دہرانا مناسب نہیں تھا' لیکن بعض باتیں مسلمات میں سے ہوتی ہیں' ان کے دلائل بیان کرنا قارئین اور سامعین کو تحصیل حاصل نظر آتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ دین کے غلبے کے لیے جدوجہد کرنا کیا دین کا تقاضا نہیں ہے؟ کیا اسلام اجتماعیت کی

بجائے انفرادی اور غیر منظّم زندگی کو ترجیح دیتا ہے؟ آخران باتوں کو ثابت کرنے کے لیے بھی دلائل کی ضرورت ہے؟ اور کیا فکر اشراق والے حکومتی نظم کے علاوہ کسی دوسرے نظم اجتماعی کے بالکل قائل نہیں ہیں؟ اگر بالکل قائل نہیں ہیں تو پھر ان احادیث کا مفہوم کیا ہے جن میں غیر حکومتی نظم اجتماعی کا ذکر ہوا ہے؟ اور خود اشراق میں پھر غیر مسلم ممالک میں رہنے والے مسلمانوں کو غیر حکومتی الجماعۃ بنانے کا مشورہ کیوں دیا گیا ہے؟(۱)

غیر حکومتی دینی جماعتوں کو اگر کوئی اس الجماعۃ کا درجہ دیتا ہے جو اسلامی حکومت کے امیر المؤمنین کی امارت پر مجتمع اور متحد ہوئی ہو اور اس کا التزام نہ کرنے کو خروج و بغاوت اور جاہلیت قرار دیتا ہے تو اس بات کی کوئی دلیل موجود نہیں ہے اور یہ غلط بات ہے۔ لیکن دعوتِ دین' اقامتِ دین اور غلبۂ دین کے لیے منظّم اور اجتماعی کام کرنے کی افادیت سے انکار کرنا ایک امر بدیہی سے انکار کرنا ہے' بلکہ اشراق میں انہوں نے خود تسلیم کیا ہے کہ دینی جماعت لوگوں کو نصرتِ دین کے لیے اپنے ساتھ ملا سکتی ہے اور وَاَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ کے اصول کے تحت جماعتی فیصلوں کی پابندی بھی کی جا سکتی ہے۔(۲) دینی جماعتوں کو الجماعۃ کا درجہ نہ تو میں نے دیا ہے اور نہ کسی اور نے دیا ہے اور دینی کام کے لیے جماعت سازی کو اشراق بھی جائز سمجھتا ہے تو آخر ان کو اختلاف کس بات میں ہے جس کے لیے دلائل طلب کیے جا رہے ہیں اور تنقید و تعریض کی جا رہی ہے؟ مولانا صدرالدین اصلاحی کی جو شہادت میرے خلاف نقل کی گئی تھی وہ تو الٹی ان کے خلاف گواہی ثابت ہوئی جیسا کہ پہلے وضاحت کر دی گئی ہے۔ لیکن دینی جماعتوں کے مسئلے پر مولانا اصلاحی کی شہادت یہ ہے کہ ''غلبۂ دین اور منظّم اجتماعی زندگی کی بحالی کے لیے منظّم جدوجہد کرنا دین کا لازمی تقاضا ہے''۔ ''ملی انتشار کے دینی تقاضے'' کے زیرِ عنوان مولانا نے جو بحث کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ کام کی ابتدا رجوع الی الحق کی دعوت عام سے کی جائے' جو لوگ اس دعوت کو قبول کر لیں اور عملی طور پر اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کرنے پر تیار ہو جائیں وہ ایک جماعتی نظم قائم کر لیں اور اپنے میں سے کسی اہل کو اس نظم کا سربراہ مقرر کر لیں۔ پھر ان کا ایک مؤثر شورائی نظام ہو جو اَمْرُھُمْ شُوْرٰی بَیْنَھُمْ کے تقاضوں کا حق ادا کرتا ہو اور اس طرح پورے نظم و ضبط کے ساتھ یہ بھاری اور طویل مہم تسلسل کے ساتھ چلتی رہے۔ یہی دینی تقاضا ہے۔ اور جب الجماعۃ بحال ہو جائے تو پھر اس کے امیر

---

(۱) اشراق' جنوری ۱۹۹۶ء' ص ۴۱۔

(۲) اشراق' اپریل ۱۹۹۶ء' ص ۲۷۔

کا التزام دین کا تقاضا ہے اور اس کے مقابلے میں جتھہ بندی کر کے اجتماعی نظام کو درہم برہم کرنا جاہلیت ہے اور ممنوع ہے۔(۱)

اشراق کے سکالر لکھتے ہیں کہ:

''اُمت کی پوری تاریخ غلبۂ دین کے لیے کسی جماعتی جدوجہد سے قطعاً خالی ہے۔ جماعت سازی تو موجودہ دور کی دَین ہے' جو انسان نے تمدنی ارتقاء کے بعد اختیار کی' ابتداءً اس کا ظہور مغرب میں ہوا' جہاں نشأۃِ ثانیہ کے بعد جب ادارے وجود میں آئے تو سیاسی جماعتیں بھی قائم ہوئیں اور اس سے متأثر ہو کر بیسویں صدی میں مسلمانوں نے بھی اس طریقے کو اختیار کر لیا۔''(۲)

پہلی بات تو یہ ہے کہ غلبۂ دین کے لیے بوقت ضرورت اجتماعی جدوجہد بھی ہوتی رہی ہے' البتہ ہر دور کی اجتماعی جدوجہد حالات و وسائل کے مطابق ہوتی ہے اور اپنے دور میں مروّج طریق کار کے مطابق ہوتی ہے۔ لیکن اس نکتے کو میں سردست نظر انداز کیے دیتا ہوں' اس لیے کہ اشراق والوں نے خود تسلیم کیا ہے کہ یہ دائرۂ مباحات کی چیز ہے اور میں نے بھی دینی جماعتوں پر اپنے مقالے میں اسی نکتے پر زور دیا ہے کہ جماعت سازی مصالح مرسلہ میں سے ہے جس کے لیے نص کی ضرورت نہیں ہے' اگرچہ میں نے اس کو نصوص سے بھی ثابت کیا ہے۔ لیکن اگر تمدنی ارتقاء کے بعد مغرب نے اپنے باطل نظریات کے غلبے کے لیے جدوجہد کو ضروری سمجھ لیا ہے اور اس کو اپنے نظریے کا لازمی تقاضا قرار دیا ہے تو اسی تمدنی ارتقاء کی بنا پر مسلمان اپنے دین کے غلبے کے لیے جماعتی جدوجہد کو دین کا تقاضا کیوں نہ قرار دیں؟ اہل باطل اپنے نظریے کے لیے اپنے طریقے پر جماعت سازی کر رہے ہیں اس لیے کہ یہ وقت کا تقاضا ہے تو اہل حق اپنے دین کے لیے دین ہی کے طریق کار کے مطابق جماعت سازی کیوں نہ کریں اور انفرادی دعوت ہی پر کیوں اکتفا کریں؟ باقی رہی اس سکالر کی یہ بات کہ جائز تو ہے مگر دین کا تقاضا نہیں ہے' تو میری عرض ان کی خدمت میں یہ ہے کہ جو چیز مباح اور جائز ہو وہ اگر حرام اور باطل کے لیے استعمال کی جائے تو حرام بن جاتی ہے' اگر واجب و فرض کے لیے ضروری ہو تو واجب اور فرض بن جاتی ہے' اگر مستحب کام کے لیے ضروری ہو تو مستحب بن جاتی ہے اور اگر مباح کام کے لیے ضروری ہو تو پھر مباح ہی رہتی ہے۔ دورِ حاضر کے

---

(۱) اسلام اور اجتماعیت' ص ۱۵۵ تا ۱۸۴۔

(۲) اشراق' اپریل ۱۹۹۶ء' ص ۲۷۔

وسائل و آلات اور تدابیر جب باطل کام کے لیے اختیار کی جائیں تو باطل اور گناہ بن جاتی ہیں' اور جب حق کے لیے اختیار کی جائیں تو عبادت بن جاتی ہیں' بشرطیکہ مباح ہوں ممنوع نہ ہوں۔ دورِ جدید کے ہتھیار اگر جہاد میں استعمال کرنا دین کا تقاضا ہے' اگرچہ ہتھیار فی نفسہٖ دین نہیں ہیں تو دعوتِ دین اور غلبۂ دین کے لیے جماعتی جدوجہد کیوں دین کا تقاضا نہیں ہے؟ معلوم نہیں جماعتی جدوجہد کو دین کا تقاضا کہنے پر اشراق والوں کے اعتراض کی بنیاد کیا ہے؟ حالانکہ ہر وہ کام دین کا تقاضا ہے جو جائز ہو اور اس سے دین کو فائدہ پہنچتا ہو۔ اگر دین کے لیے لاؤڈ سپیکر' کیسٹ اور پریس کو استعمال کرنا دین کا تقاضا ہے تو جماعتی قوت اور تنظیمی اثرات کو دین کے لیے استعمال کرنا آخر دین کا تقاضا کیوں نہیں ہے؟ البتہ کسی خاص جماعت میں شمولیت اور کسی خاص امیر کی اطاعت کو لازم قرار دینا دین کا تقاضا نہیں ہے' اس لیے کہ یہ مقام صرف امیر المؤمنین کا ہے جو کسی غیر حکومتی تنظیم کو نہیں دیا جا سکتا' لیکن جس کو جس تنظیم پر اور جس قیادت پر زیادہ اعتماد ہو اس کے ساتھ مل کر دعوتِ دین اور غلبۂ دین کے لیے منظّم کام کرنا اور جماعتی جدوجہد کرنا دین کا تقاضا ہے۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ جماعت و تنظیم کا نصب العین' دستور' منشور' طریق کار اور جماعتی سرگرمیاں شرعی احکام کے خلاف نہ ہوں' اور یہ بھی ضروری ہے کہ جماعتی' گروہی اور فرقہ وارانہ تعصب سے اجتناب کیا جائے اور اپنی پارٹی کو معیارِ حق کا درجہ نہ دیا جائے' اس لیے کہ حق کا معیار صرف قرآن و سنّت ہے کوئی خاص جماعت اور فرقہ نہیں ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ خلافت عثمانیہ کے سقوط تک ملت اسلامیہ پر مختلف ادوار گزرے ہیں اور اُمت مسلمہ بہت سی مصیبتوں سے دوچار رہی ہے' لیکن عالم اسلام میں شریعت ملکی قانون تھی اور قرآن و سنّت بالاتر قانون تسلیم کیا جاتا تھا۔ اس لیے موجودہ دور کی جماعتی جدوجہد کی ضرورت محسوس نہیں کی جا رہی تھی اور اہل علم اپنے اپنے طریق کار کے مطابق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور کلمۂ حق کہنے کا فرض ادا کرتے تھے' لیکن سقوط خلافت کے بعد اجتماعی جدوجہد اور جماعت سازی کی ضرورت محسوس ہوئی اور اسلامی تحریکیں بننا شروع ہوئیں۔ یہ تو کہا جا سکتا ہے کہ عصرِ حاضر کی دینی جماعتوں میں یہ یہ غلطیاں ہیں اور یہ اتحادِ اُمت کی بجائے افتراق کا ذریعہ بن رہی ہیں یا ان میں سے بعض سیکولر سیاست کی تقویت کا ذریعہ ثابت ہو رہی ہیں' لیکن ان خرابیوں کی اصلاح کی کوشش کرنے کی بجائے غلبۂ دین کے لیے جماعتی جدوجہد کی ضرورت ہی سے انکار تو ہرگز مناسب نہیں ہے۔○○

شاید کہ تم پلٹ آؤ!

انجینئر شاہد حفیظ چوہدری

ہمارا مشاہدہ ہے کہ ہم زندگی میں ہر کام کی منصوبہ بندی اور تیاری کرتے ہیں۔ تقریب جتنی اہم ہو اُس کی تیاری میں وقت اور وسائل بھی اُسی مناسبت سے خرچ ہوتے ہیں۔ بعض اوقات تو کئی ماہ پہلے سے تیاری شروع ہو جاتی ہے۔ لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ تقریب کے روحِ رواں کی روح تقریب کے انعقاد سے پہلے ہی عالمِ برزخ میں منتقل ہو جاتی ہے۔ واقعتاً خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو موت سے پہلے اس کی تیاری کر لیں۔

۸/اکتوبر ۲۰۰۵ء کے زلزلے نے ہمیں ہلا کر رکھ دیا۔ مظفر آباد‘ بالاکوٹ اور دیگر شہر چند سیکنڈ میں کھنڈر بن گئے۔ پروردگارِ عالم کا قانون ہے کہ وہ دوسروں کے لیے مثالِ عبرت قائم کرتے ہیں‘ شاید کہ وہ پلٹ آئیں۔ نگاہِ عبرت رکھنے والوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ افراد اور اقوام کی زندگیوں میں آنے والے حادثات‘ آفات اور تباہیوں سے سبق سیکھیں۔ ان حادثوں کو محض زلزلہ یا گردشِ ایام سمجھ کر اپنی آزاد روش پر قائم رہنا انتہائی مہلک اور نقصان دہ ہوسکتا ہے۔ سورۃ السجدۃ میں ارشاد فرمایا گیا:

﴿وَلَنُذِيقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۱﴾﴾

’’اور ہم بڑے عذاب سے پہلے ان کو چھوٹے عذاب کا مزا لازماً چکھائیں گے شاید کہ یہ پلٹ آئیں۔‘‘

ہم اتنے غافل ہیں کہ سونامی کی تباہی بھی ہمارے پتھر دلوں کو نرم نہ کر سکی‘ قطرینا اور ریٹا میں آج کی سُپر پاور کی بے بسی بھی ہمیں اللہ کی طرف رجوع کرانے سے قاصر رہی۔ کیا وطنِ عزیز میں تباہ کن زلزلے سے ہم نے کوئی سبق سیکھا؟ کیا ہمارے روزمرہ کے معمولات میں کچھ فرق آیا؟ حالانکہ گزشتہ اڑھائی ماہ سے مسلسل جھٹکے محسوس ہو رہے ہیں۔ ڈیڑھ ہزار کے لگ بھگ چھوٹے زلزلوں کے بعد وسط دسمبر میں پھر ایک بڑے زلزلے نے اہل وطن کو جھنجھوڑ ڈالا‘ مگر اللہ تعالیٰ کی اس تنبیہ کو محض اتفاقی سمجھ کر ہر کوئی اپنے معمول کے کاموں میں مشغول

ہے۔ ماہرینِ ارضیات کے مطابق پاک سرزمین کے نیچے ایک بہت بڑی Fault Line پیدا ہو چکی ہے۔ یہ کتنے بڑے زلزلے کو جنم دے گی اور اس سے کس قدر نقصان ہوگا اور اس کے بعد کوئی امدادی کارروائی کے لیے بچے گا بھی یا نہیں' اس کا ہمیں اندازہ نہیں ہے۔ پھر اصل تیاری تو اس زلزلے کی کرنی ہے جس کے بارے میں سورۃ الحج کے آغاز میں فرمایا گیا:

﴿یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوۡا رَبَّکُمۡ ۚ اِنَّ زَلۡزَلَةَ السَّاعَةِ شَیۡءٌ عَظِیۡمٌ ﴿۱﴾ یَوۡمَ تَرَوۡنَهَا تَذۡهَلُ کُلُّ مُرۡضِعَةٍ عَمَّاۤ اَرۡضَعَتۡ وَ تَضَعُ کُلُّ ذَاتِ حَمۡلٍ حَمۡلَهَا وَ تَرَی النَّاسَ سُکٰرٰی وَ مَا هُمۡ بِسُکٰرٰی وَ لٰکِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِیۡدٌ ﴿۲﴾﴾

''اے لوگو! اپنے ربّ کا تقویٰ اختیار کرو' بیشک قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے۔ اُس روز تم دیکھو گے کہ ہر دودھ پلانے والی بھول جائے گی اس کو جس کو اس نے دودھ پلایا (یعنی ہر دودھ پلانے والی دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی) اور چھوڑ دے گی ہر حمل والی اپنے حمل کو اور لوگوں کو تم دیکھو گے کہ وہ پاگل ہیں (دیوانے ہیں' مدہوش ہیں)' لیکن وہ پاگل نہ ہوں گے' لیکن اللہ تعالیٰ کا عذاب بہت ہی سخت ہے۔''

اور سورۃ الزلزال میں ارشاد فرمایا گیا:

﴿اِذَا زُلۡزِلَتِ الۡاَرۡضُ زِلۡزَالَهَا ﴿۱﴾ وَ اَخۡرَجَتِ الۡاَرۡضُ اَثۡقَالَهَا ﴿۲﴾ وَ قَالَ الۡاِنۡسَانُ مَا لَهَا ﴿۳﴾﴾

''جب کہ زمین لرزے گی اپنے زلزلے کے ساتھ' اور زمین نکال باہر کرے گی اپنے بوجھ' اور انسان کہے گا کہ اسے کیا ہوا ہے؟''

مگر اللہ ربّ العزت کا قانون ہے کہ وہ آہستہ آہستہ پکڑتا ہے' بالکل اسی طرح جیسے ایک بچے کی غلطی سے والدین چشم پوشی کر لیتے ہیں اور وہ نادان یہ سمجھتا ہے کہ میرے والد کو پتا ہی نہیں چلا' مگر جب وہ بار بار وہی غلطی دہراتا ہے تو والدین اُس کو سزا بھی دیتے ہیں۔

سورۃ الاعراف کی آیات ۱۸۲' ۱۸۳ میں ارشاد فرمایا گیا:

﴿وَ الَّذِیۡنَ کَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَا سَنَسۡتَدۡرِجُهُمۡ مِّنۡ حَیۡثُ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۸۲﴾ وَ اُمۡلِیۡ لَهُمۡ ؕ اِنَّ کَیۡدِیۡ مَتِیۡنٌ ﴿۱۸۳﴾﴾

''وہ لوگ جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا' ہم آہستہ آہستہ اس انداز سے ان کو پکڑیں گے کہ انہیں خبر بھی نہیں ہوگی۔ اور میں انہیں ڈھیل دوں گا' بے شک میری تدبیر پختہ ہے۔''

یہاں یہ بات اُن لوگوں پر صد فی صد چسپاں ہوتی ہیں جو لوگ زلزلہ زدگان میں شامل نہیں ہیں، ورنہ تو سورۃ الانبیاء کی ابتدائی آیات میں ہماری روش کی مزید وضاحت ہو جاتی ہے:

﴿اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ۝١ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ ۝٢﴾

''قریب آ گیا لوگوں کے حساب کا وقت اور وہ غفلت کی وجہ سے ٹال رہے ہیں۔ جب اُن کو کوئی نصیحت پہنچتی ہے ان کے ربّ کی طرف سے تو وہ سنتے ہیں کھیل میں لگے ہوئے۔''

واقعہ یہ ہے کہ ہم نے انفرادی اور اجتماعی سطح پر اللہ اور اس کے رسول سے غداری کی ہے۔ ہم ربّ العزت کے اُن احکامات کو تو مانتے ہیں جن میں ہمیں دنیا کا معمولی سا بھی نفع نظر آتا ہے اور بہت سے واضح اور اہم احکامات کو شیطانی تاویلوں اور زمینی حقائق کی روشنی میں ردّ کر دیتے ہیں۔ سورۃ البقرۃ کی آیت ۸۵ میں فرمایا گیا:

﴿اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ ۭ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝٨٥﴾

''تو کیا تم کتاب کے کچھ حصّے پر ایمان لاتے ہو اور کچھ حصّے کا انکار کرتے ہو؟ پس سزا نہیں اس کی جو تم میں سے ایسا کرے مگر دنیا میں رسوائی، اور قیامت کے دن وہ شدید عذاب میں جھونکے جائیں گے، اور اللہ تمہارے کاموں سے غافل نہیں۔''

کیا یہ حقیقت نہیں کہ ہم سور کو حرام اور سود کو حلال سمجھتے ہیں مگر پروردگارِ عالم نے ان دونوں کو حرام قرار دیا ہے؟ سود کی حرمت کے بارے میں تو قرآن کریم میں واضح طور پر حکم دیا گیا ہے۔ سورۃ البقرۃ کی آیت ۲۷۹ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ﴾

''پس اگر تم (سود خوری سے) باز نہیں آتے تو اللہ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔''

بدقسمتی سے اُمتِ مسلمہ نے بالعموم اور پاکستانی قوم نے بالخصوص اس چیلنج کو قبول کر لیا ہے۔ چنانچہ ہم پروردگارِ عالم کے مقابلے میں حالتِ جنگ میں ہیں۔ دوسری طرف ہماری جرأت اور بہادری کا یہ عالم ہے کہ امریکہ بہادر کی کارپٹ بمباری سے ڈر کر اپنی دینی وقومی غیرت وحمیت اور خودداری کو یہود ونصاریٰ کے قدموں میں ڈھیر کر دیا۔ ذرا سوچیے کہ امریکہ

کے مقابلے میں اگر ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم مانتے تو اِس چند سیکنڈ زمینی جنبش سے زیادہ نقصان نہ ہوتا یا ہم بھی طالبان اور عراقی مجاہدین کی طرح شہادت کے اعلیٰ مرتبے پر فائز ہو جاتے۔ دنیا میں تو ویسے ہی ہماری کوئی حیثیت نہیں، آخرت تو سنور جاتی!

اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے   خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم

سورۃ النساء کی آیت ۱۴۳ سے ہماری حالت مزید واضح ہو جاتی ہے:

﴿ مُذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ ۖ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿١٤٣﴾﴾

''وہ مذبذب اور متردّد ہیں اس کے درمیان، نہ وہ اِن کی طرف ہیں نہ وہ اُن کی طرف ہیں، اور جسے اللہ تعالیٰ ہی گمراہ کر دے (اے نبیؐ) آپؐ اس کے لیے کوئی راستہ نہیں پائیں گے۔''

حقیقت یہ ہے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے، مگر اللہ کی رحمت اس کی اور اس کے رسول کی اطاعت اور اتباع سے مشروط ہے۔ سورۃ الزمر کی آیات ۵۳ تا ۵۵ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿٥٣﴾ وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿٥٤﴾ وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ﴿٥٥﴾﴾

''(اے نبیؐ!) کہہ دیجیے کہ اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے! اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں، بے شک اللہ تعالیٰ سب کے سب گناہ معاف فرما دیتا ہے، بے شک وہ تو بہت بخشنے والا ہے، بہت رحم کرنے والا ہے۔ اور رجوع کرو اپنے ربّ کی طرف اور اس کی فرمانبرداری اختیار کرو اس سے پہلے کہ تمہارے اوپر عذاب آ جائے اور پھر تمہاری مدد نہ کی جائے۔ اور پیروی کرو بہترین طریقے پر اس کی جو کہ تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے تمہارے ربّ کی طرف سے، اس سے پہلے کہ تمہارے اوپر عذاب آ جائے اچانک اور تمہیں معلوم تک نہ ہو۔''

پلٹ آؤ اپنے ربّ کی طرف!

سب سے پہلے ہم انفرادی اور اجتماعی سطح پر اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کا اعتراف

کریں، گڑگڑا کر معافی مانگیں اور استغفار کریں۔ جیسا کہ سورۃ ہود کی آیت ۳ میں فرمایا گیا:

﴿وَاَنِ اسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّکُمۡ ثُمَّ تُوۡبُوۡۤا اِلَیۡہِ یُمَتِّعۡکُمۡ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی وَّیُؤۡتِ کُلَّ ذِیۡ فَضۡلٍ فَضۡلَہٗ ؕ وَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنِّیۡۤ اَخَافُ عَلَیۡکُمۡ عَذَابَ یَوۡمٍ کَبِیۡرٍ ﴿۳﴾﴾

''اور یہ کہ اپنے ربّ سے بخشش مانگو، پھر اس کی طرف پلٹو (رجوع کرو)، وہ تمہیں فائدہ دے گا بہت ہی عمدہ فائدہ ایک معینہ مدت تک کے لیے اور ہر صاحب فضل کو اُس کا فضل عطا فرمائے گا۔ اور اگر تم نے روگردانی کی تو میں تمہارے بارے میں خوف رکھتا ہوں ایک بڑے دن کے عذاب کا۔''

اسی طرح حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا تھا، جسے سورۃ ہود کی آیت ۵۲ میں قرآن نے یوں واضح کیا ہے:

﴿وَیٰقَوۡمِ اسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّکُمۡ ثُمَّ تُوۡبُوۡۤا اِلَیۡہِ یُرۡسِلِ السَّمَآءَ عَلَیۡکُمۡ مِّدۡرَارًا وَّیَزِدۡکُمۡ قُوَّۃً اِلٰی قُوَّتِکُمۡ وَلَا تَتَوَلَّوۡا مُجۡرِمِیۡنَ ﴿۵۲﴾﴾

''اور اے میری قوم کے لوگو! اپنے ربّ سے بخشش مانگو، پھر اس کے حضور توبہ کرو، تو وہ تم پر بھیجے گا آسمان کو برستا ہوا، اور وہ تمہاری قوت میں مزید قوت کا اضافہ کرے گا، اور دیکھو جرائم کرتے ہوئے زمین کے اندر مت پھرو۔''

یاد رکھیں کہ توبہ اپنی نافرمانی کی روش پر شرمندہ ہو کر اللہ کے حکم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے مطابق زندگی گزارنے کا نام ہے۔ یہ توبہ ہماری موجودہ کمزوری اور بے بسی میں قوت اور حوصلے کا ذریعہ بنے گی۔ اس توبہ میں مشکلات کا حل اور کامیابی کی ضمانت ہے۔ سورۃ النور کی آیت ۵۵، ۵۶ میں فرمایا گیا:

﴿وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسۡتَخۡلِفَنَّہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ کَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ ۪ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَہُمۡ دِیۡنَہُمُ الَّذِی ارۡتَضٰی لَہُمۡ وَلَیُبَدِّلَنَّہُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ خَوۡفِہِمۡ اَمۡنًا ؕ یَعۡبُدُوۡنَنِیۡ لَا یُشۡرِکُوۡنَ بِیۡ شَیۡئًا ؕ وَمَنۡ کَفَرَ بَعۡدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ ﴿۵۵﴾ وَاَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَاَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ لَعَلَّکُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ ﴿۵۶﴾﴾

''وعدہ کیا اللہ نے تم میں سے ان لوگوں سے جو کہ ایمان لائے اور جنہوں نے اچھے

عمل کیے کہ وہ انہیں لازماً خلافت عطا کرے گا زمین میں جیسا کہ اس نے خلافت دی تھی اُن لوگوں کو جو اِن سے پہلے گزرے ہیں' اور وہ لازماً تمکن عطا کرے گا (غلبہ عطا کرے گا) ان کے اس دین کو جو اُس نے ان کے لیے پسند کرلیا' اور وہ لازماً بدل دے گا ان کے لیے خوف کی حالت کو امن میں۔ وہ میری ہی عبادت کریں گے' میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔ اور جو کوئی بھی ایسے پختہ وعدوں کے بعد ناشکری اور ناقدری کرے تو یہی لوگ فاسق ہیں۔ اور قائم کرو نماز اور دو زکوٰۃ اور اطاعت کرو رسول کی تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔''

حضور اکرم ﷺ کے مسنون طریقے کے مطابق سب سے پہلے اپنی اور اپنے گھر کی اصلاح کی جائے۔ اور پھر دوسروں کو بھی اللہ تعالیٰ کے مطیع و فرمانبردار بننے کی دعوت دیں' کیونکہ وہ اعمال جن میں آج کل دوسرے مبتلا ہیں' کل اُن لوگوں کو بھی گھیر سکتے ہیں جو محض تماشائی ہیں یا زلزلہ زدگان میں شامل نہیں۔ سورۃ الانفال کی آیت ۲۵ میں فرمایا گیا:

﴿وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۵﴾﴾

''اور بچو اس فتنے سے جو تم میں سے صرف ان لوگوں پر نہیں آئے گا جنہوں نے بالفعل ظلم کیا' اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ عذاب دینے میں بہت سخت ہے۔''

قرآنِ کریم ہی ذریعۂ نجات ہے

قرآن کریم پر مکمل عمل ہی ہمیں دنیا میں غلبہ اور آخرت میں کامیابی کے اہم منصب پر فائز کرسکتا ہے۔ ربّ العزت کو جزوی اطاعت قبول نہیں' بلکہ سورۃ البقرۃ کی آیت ۲۰۸ میں جزوی اطاعت کو شیطان کی اتباع قرار دیا گیا ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِى السِّلْمِ كَآفَّةً وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۲۰۸﴾﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! داخل ہو جاؤ اسلام میں پورے کے پورے اور شیطان کے نقشِ قدم کی پیروی نہ کرو (کچھ باتوں کا ماننا اور کچھ کا نہ ماننا شیطان کی پیروی ہے)' بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔''

سورۃ المائدۃ کی آیات ۴۴' ۴۵' ۴۷ میں تو ان لوگوں کو ظالم' فاسق اور کافر قرار دیا گیا ہے جو اُن احکامات کے مطابق فیصلے نہ کریں جو پروردگارِ عالم نے نازل کیے ہیں۔ فرمایا گیا:

(۱) ﴿ اِنَّـآ اَنۡزَلۡنَا التَّوۡرٰىةَ فِيۡهَا هُدًى وَّنُوۡرٌ ۚ يَحۡكُمُ بِهَا النَّبِيُّوۡنَ الَّذِيۡنَ اَسۡلَمُوۡا لِلَّذِيۡنَ هَادُوۡا وَالرَّبّٰنِيُّوۡنَ وَالۡاَحۡبَارُ بِمَا اسۡتُحۡفِظُوۡا مِنۡ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوۡا عَلَيۡهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخۡشَوُا النَّاسَ وَاخۡشَوۡنِ وَلَا تَشۡتَرُوۡا بِاٰيٰتِىۡ ثَمَنًا قَلِيۡلًا ؕ وَمَنۡ لَّمۡ يَحۡكُمۡ بِمَآ اَنۡزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡكٰفِرُوۡنَ ﴿۴۴﴾

''بے شک ہم نے تورات نازل کی' اس میں ہدایت بھی تھی اور اس میں روشنی بھی تھی' اور اس تورات کی بنیاد پر فیصلے کرتے تھے وہ حضراتِ انبیاء جو خود اُس کے احکامات کی فرمانبرداری کرتے تھے ان لوگوں کے لیے جو کہ یہودی ہوئے' اور پھر اللہ والے اور احبار بھی (اسی پر فیصلے کا دارومدار رکھتے تھے)' کیونکہ انہیں کتاب اللہ کی حفاظت کا ذمہ دار بنایا گیا تھا اور وہ اس پر گواہ تھے۔ دیکھو لوگوں سے مت ڈرو' مجھ سے ڈرو اور میری آیات کو تھوڑی سی قیمت کے عوض بیچ نہ دو۔ اور جو لوگ بھی اللہ کے نازل کردہ کلام کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے یہی لوگ تو کافر ہیں۔''

(۲) ﴿ وَكَتَبۡنَا عَلَيۡهِمۡ فِيۡهَآ اَنَّ النَّفۡسَ بِالنَّفۡسِ ۙ وَالۡعَيۡنَ بِالۡعَيۡنِ وَالۡاَنۡفَ بِالۡاَنۡفِ وَالۡاُذُنَ بِالۡاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ ۙ وَالۡجُرُوۡحَ قِصَاصٌ ؕ فَمَنۡ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ ؕ وَمَنۡ لَّمۡ يَحۡكُمۡ بِمَآ اَنۡزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ ﴿۴۵﴾

''اور ہم نے تورات میں یہودیوں پر یہ بات لکھ دی تھی کہ جان کے بدلے جان' اور آنکھ کے بدلے آنکھ' اور ناک کے بدلے ناک' اور کان کے بدلے کان' اور دانت کے بدلے دانت' اور زخموں کا بھی بدلہ لیا جائے گا۔ تو جس نے خود ہی اسے معاف کر دیا تو یہ اس کے اپنے گناہوں کا کفارہ بن جائے گا۔ اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ کلام کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے پس ایسے ہی لوگ ظالم ہیں۔''

(۳) ﴿ وَلۡيَحۡكُمۡ اَهۡلُ الۡاِنۡجِيۡلِ بِمَآ اَنۡزَلَ اللّٰهُ فِيۡهِ ؕ وَمَنۡ لَّمۡ يَحۡكُمۡ بِمَآ اَنۡزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ ﴿۴۷﴾

''اور چاہیے کہ وہ لوگ جو کہ انجیل والے ہیں' وہ فیصلہ کریں اس کلام کے مطابق جو کہ اللہ نے اس میں نازل کیا ہے۔ اور وہ لوگ جو کہ اللہ کے کلام کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے' پس یہی لوگ تو فاسق ہیں۔''

سورۂ صٓ کی آیت ۲۹ میں ہوش مندوں کی روش کو یوں واضح کیا گیا:

﴿ كِتٰبٌ اَنۡزَلۡنٰهُ اِلَيۡكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوۡۤا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ﴾

''(اے نبی ﷺ!) یہ کتاب جو کہ ہم نے نازل کی ہے آپؐ کی طرف' یہ بڑی بابرکت ہے' تاکہ وہ اس کی آیات پر غوروفکر کریں اور تاکہ نصیحت پکڑیں عقل مند''۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ اس بڑی برکت والی کتاب (قرآن کریم) کے حقوق ادا کرنے کی کوشش کریں۔ مسلمانوں پر قرآن کریم کے پانچ حقوق ہیں:

۱) ایمان و تعظیم (البقرۃ:۲۸۲' الشوریٰ:۱۴)

۲) تلاوت و ترتیل (البقرۃ:۱۲۱' العنکبوت:۴۵' الکہف:۲۷' المزمل:۱'۲)

۳) تذکر و تدبر (یونس:۲۴' النحل:۴۴' البقرۃ:۲۴۲' القمر:۲۲'۲۳' النساء:۸۲' محمد:۲۴)

۴) حکم و اقامت (المائدۃ:۴۴'۶۶'۶۸' الانعام:۵۷' یوسف:۴۰'۶۷' النساء:۱۰۵' الحدید:۲۵)

۵) تبلیغ و تبیین (المائدۃ:۶۸' ابراہیم:۵۲' آل عمران:۱۶۴' الجمعۃ:۲' البقرۃ:۱۵۹)

نبی آخر الزماں محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ)) (بخاری)

''تم میں بہترین لوگ وہ ہیں جو قرآن سیکھیں اور اسے سکھائیں''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اَلاَ اِنَّهَا سَتَكُوْنُ فِتْنَةٌ)) قُلْتُ: مَا الْمَخْرَجُ مِنْهَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: ((كِتَابُ اللّٰهِ)) (ترمذی)

''آگاہ ہو جاؤ! عنقریب ایک بہت بڑا فتنہ آنے والا ہے''۔ میں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اس سے نکلنے کا راستہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی کتاب''۔

کرنے کے اصل کام

☆ نمازوں کو وقت کی پابندی اور خشوع کے ساتھ ادا کرنے کی کوشش کریں۔ صبر' نماز اور دعا سے اللہ کی مدد کے حصول میں یک سو ہو کر لگ جائیں۔ سورۃ البقرۃ کی آیت ۱۵۳ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اسۡتَعِيۡنُوۡا بِالصَّبۡرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيۡنَ ﴿۱۵۳﴾﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! مدد حاصل کرو صبر سے اور نماز سے' بیشک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے''۔

غیر معمولی حالات غیر معمولی عبادت اور تعلق مع اللہ کا تقاضا کرتے ہیں۔ نمازِ توبہ' نوافل اور خصوصاً نمازِ تہجد کا اہتمام کریں' قرآنی دعائیں کثرت سے مانگیں۔ (مضمون کے آخر میں چند دعاؤں کے حوالے دیے گئے ہیں۔)

☆ نیکی کے کاموں میں جلدی کریں۔ کسی بھی نیک عمل کو ہاتھ سے جانے نہ دیں' کیا خبر مہلتِ عمل کس ساعت ختم ہو جائے!

☆ حقوق العباد کی ادائیگی پر خصوصی توجہ دیں۔ اس نسبت سے جتنے بھی فرائض اور ذمہ داریاں ہیں انہیں ادا کرنے کی کما حقہ' کوشش کریں۔ اپنے حقوق سے زیادہ اپنے فرائض کی فکر ہونی چاہیے۔

حقوق العباد میں سب سے اوّلین حق نبیٔ آخر الزماں حضرت محمد ﷺ کا ہے۔ سورۃ الاعراف کی آیت ۱۵۷ میں نبی اکرم ﷺ سے تعلق کی چار بنیادیں بیان کی گئی ہیں۔ اگر ہم اس تعلق کو قائم کرنے میں ناکام رہے تو آپ ﷺ کے جو حقوق ہمارے ذمہ ہیں وہ کما حقہ' ادا نہیں ہوں گے۔ نبی اکرم ﷺ سے ہمارے تعلق کی چار بنیادیں یہ ہیں:

- آپ ﷺ پر ایمان لانا۔ (المائدۃ: ۱۴۱)
- آپ ﷺ کی توقیر و تعظیم کرنا۔ (الحجرات: ۲)
- آپ ﷺ کی نصرت کرنا۔ (التوبہ: ۳۳' الفتح: ۲۸' الصّف: ۹)
- آپ ﷺ کے لائے ہوئے نور یعنی قرآن کریم کی پیروی کرنا۔

حقوق العباد میں ثانیاً والدین کا حق ہے۔ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے۔ والدین کی نافرمانی گناہِ کبیرہ ہے۔ ہاں' اللہ اور اس کے رسولؐ کے حکم کے خلاف والدین کا حکم نہیں مانا جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد پاک ہے:

((لَا طَاعَةَ لِمَخلُوقٍ فِيُ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ)) (مسند احمد)

''مخلوق کی اطاعت نہیں ہو سکتی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں۔''

والدین کے لیے تو ربّ العزت نے سورۂ بنی اسرائیل کی آیت ۲۴ میں ہمیں بہت ہی پیاری دعا سکھائی ہے:

﴿رَبِّ ارۡحَمۡهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِىۡ صَغِيۡرًا ﴿٢٤﴾﴾

''اے میرے ربّ! ان دونوں پر رحم فرما اسی طرح سے جیسے انہوں نے مجھے پالا جب کہ میں چھوٹا تھا۔''

☆ اخلاقی رذائل مثلاً غیبت' جھوٹ' خیانت وغیرہ سے توبہ کریں۔ دراصل یہی معاشرے اور افراد کی بربادی کی اصل جڑ ہیں۔ ہم ان برائیوں کو مکمل طور پر اپنی زندگیوں سے ختم کردیں۔(آمین)

☆ اپنے گھر کی حد تک شریعت کے تمام احکامات مثلاً مردوں کی داڑھی' خواتین میں ستر وحجاب کا نفاذ اور بچوں کی حضور ﷺ کی تعلیم کے مطابق تربیت کا اہتمام کیا جائے۔

☆ دینی و دُنیوی علوم کے حصول کے لیے کوششیں تیز کردی جائیں۔تمام لایعنی اور لغو باتوں سے کنارہ کش ہونا ہی اُمت مسلمہ کی نشأۃِ ثانیہ کا پہلا زینہ ہے۔سورۃ الرعد کی آیت ۱۱ میں فرمایا گیا:

﴿لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۭ وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْۗءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ﴿١١﴾﴾

''اور اس کے لیے پہرے دار ہیں اس کے سامنے سے بھی اور اس کے پیچھے سے بھی' اور وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ کسی بھی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک کہ اس قوم کے لوگ خود اپنی حالت نہیں بدلتے۔ اور جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کے بارے میں فیصلہ کرلیتا ہے اس کی پکڑ کا تو پھر اس کو کوئی پھیرنے والا نہیں ہے' اور اللہ تعالیٰ کے سوا ان کا کوئی والی اور مددگار نہیں ہوتا۔''

بقول شاعر: ؎

خدا نے آج تک اُس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا!

ہمیں اپنا طرزِ عمل بدلنا ہوگا اور نعرے بازی اور جذبات کے استعمال کے بجائے ٹھوس بنیادوں پر کام کرنا ہوگا۔سائنسی تعلیم' ریسرچ اور ٹیکنالوجی جیسے ہتھیاروں سے خود کو لیس کرنا ہوگا۔علم و تحقیق کو بنیاد بنا کر اقتصادی اور دفاعی میدانوں میں خود کو مضبوط بنانا ہوگا۔ یاد رکھیں مستعار لیے ہوئے ہتھیار ریت کی دیوار ثابت ہوتے ہیں۔

☆ اپنے ایمانِ حقیقی کی آبیاری کے لیے دروسِ قرآن کی محافل میں شریک ہوں۔اپنا تعلق نیک اور صالح لوگوں سے جوڑ لیں۔ بقول شاعر: ؎

صحبتِ صالح ترا صالح کند　　　صحبتِ طالح ترا طالح کند

یعنی ”نیک لوگوں کی صحبت نیک اور بد لوگوں کی صحبت بد بناتی ہے“۔

کسی انگریز دانشور نے کیا خوب کہا ہے:

"Man is known by the company he keeps."

☆ اپنے آپ کو کسی بھی ایسی اجتماعیت سے جوڑیں جس کا نصب العین اللہ تعالیٰ کی رضا اور جس کا ہدف منہجِ انقلاب نبویؐ کی پیروی کرتے ہوئے دینِ حق کو غالب کرنا ہو۔ نبیٔ اکرم ﷺ کا یہ حکم بھی ہمیں مستحضر رہنا چاہیے:

((اَنَا آمُرُکُمْ بِخَمْسٍ ' اَللّٰہُ اَمَرَنِیْ بِھِنَّ : بِالْجَمَاعَةِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَالْھِجْرَةِ وَالْجِھَادِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ)) (مسند احمد)

”میں تمہیں پانچ باتوں کا حکم دیتا ہوں‘ اللہ نے مجھے ان کا حکم دیا ہے: جماعت کو اختیار کرو اور امیر کے حکم کو سنو اور اس کی اطاعت کرو‘ اور ہجرت کرو اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔“

مندرجہ بالا کام صرف ایک بار کر لینے کے نہیں ہیں‘ بلکہ ان میں تسلسل اور خود احتسابی کی حیثیت ریڑھ کی ہڈی کی ہے‘ تاکہ ہم کسی بھی مرحلے پر شیطان کے دھوکے سے بے خوف نہ ہو جائیں۔ ہم روزانہ اپنا جائزہ لیں کہ!

☆ کیا میں نے وقت ضائع کرنا چھوڑ دیا؟

☆ کیا میری ذاتی اور گھر والوں کی اصلاح‘ تعلیم و تربیت اور شرعی احکامات پر عمل درآمد میں تیزی آئی ہے؟

☆ کیا میں اپنے فرائض اور ذمہ داریاں پہلے سے بہتر انداز میں ادا کر رہا ہوں؟

☆ حقوق العباد کی ادائیگی کے حوالے سے میں کہاں کھڑا ہوں؟

☆ کیا میں نے اخلاقی برائیاں چھوڑ دی ہیں؟

☆ آج میں نے اللہ کے دین کے غلبے کے لیے کیا کوشش کی ہے؟

☆ کیا اقامتِ دین کی جدوجہد میں میرا وقت‘ مال اور جان کا کچھ صرف ہو رہا ہے؟

☆ کیا میں کسی بھی درجے میں قرآن اور صاحبِ قرآن کی شفاعت کا حق دار ہوں؟

اگر میں اپنے آپ کو نہیں بدل سکتا تو دوسروں کو کیسے بدل سکتا ہوں؟ حالانکہ ہمیں تو وہ کام سونپا گیا ہے جو تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا فرضِ منصبی تھا۔ سورۂ آل عمران کی آیت ۱۱۰ میں فرمایا گیا:

﴿کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھَوْنَ عَنِ

﴿الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۱۰﴾﴾

''(اے مسلمانو!) تم بہترین اُمت ہو، تمہیں نکالا گیا ہے لوگوں کے لیے، تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔ اور اگر اہل کتاب ایمان لے آتے تو یقیناً یہ ان کے حق میں بہتر ہوتا۔ ان میں سے کچھ مؤمن ہیں اور ان میں سے اکثر فاسق (نافرمان) ہیں۔''

یادرکھیں!

اگر ہم نے اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے راستے اور نبیٔ آخرالزماں، رحمۃ للعالمین ﷺ کی پاک سنتوں کو چھوڑ دیا تو کون ہے جو ہماری مدد کو آئے گا؟ یادرکھیں اللہ تعالیٰ کے وعدے سچے ہیں اور اس کی مدد مشروط ہے۔ سورۂ محمد کی آیت ۷ میں فرمایا گیا:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ﴿۷﴾﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدموں کو جما دے گا۔''

اور سورۃ الحج کی آیت ۴۰ میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّاۤ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ؕ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ؕ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۴۰﴾﴾

''یہ وہ لوگ ہیں جو کہ نکال دیے گئے اپنے گھروں سے ناحق، محض یہ کہنے کی وجہ سے کہ انہوں نے کہا کہ ہمارا ربّ اللہ ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ اس طرح سے دور نہ کرتا رہے لوگوں میں سے بعض کو بعض سے تو پھر ڈھا دیے جاتے راہب خانے اور گرجے اور معبد اور مسجدیں کہ جن میں اللہ کے نام کا ذکر کیا جاتا ہے کثرت سے، اور اللہ لازماً مدد کرے گا ان کی جو کہ اس کی مدد کریں گے۔ بے شک اللہ تعالیٰ طاقتور ہے، زبردست ہے''۔

سورۂ آل عمران کی آیت ۱۳۹ میں مزید فرمایا:

﴿وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۹﴾﴾

''اور (اے مسلمانو!) تم سست نہ پڑو اور غم نہ کرو، اور تم ہی غالب رہو گے اگر تم مؤمن ہو۔''

ہمیں یہ کبھی نہیں بھولنا چاہیے کہ ہر قسم کے نفع ونقصان' تکلیف وآسودگی کی مالک صرف ربِّ کائنات کی ذات ہے۔ ہمیں ہر معاملے میں تعمیر و اصلاح کی عملی تدابیر اور بھرپور کوششوں کے ساتھ ساتھ اس کی قدرت پر مکمل یقین اور بھرپور بھروسہ ہونا چاہیے۔ سورۂ آل عمران کی آیت ۱۶۰ میں فرمایا گیا:

﴿اِنْ یَّنْصُرْکُمُ اللّٰهُ فَلاَ غَالِبَ لَکُمْ ۚ وَاِنْ یَّخْذُلْکُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِیْ یَنْصُرُکُمْ مِّنْ بَعْدِهٖ ؕ وَعَلَی اللّٰهِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝۱۶۰﴾

''اگر اللہ تعالیٰ تمہاری مدد فرمائے تو کوئی تم پر غالب نہیں آ سکتا' اور اگر وہ تمہیں رسوا کر دے تو کون ہے جو تمہاری مدد کرے گا اس کے بعد؟ اور چاہیے کہ اللہ ہی پر توکل کریں مؤمن۔''

وہ برائیاں کہ جن کی وجہ سے آفات نازل ہوتی ہیں' حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ایک حدیث مبارکہ میں ان کی نشاندہی کر دی گئی ہے:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ((اِذَا ا تُّخِذَ الْفَیْءُ دُوَلاً' وَالْاَمَانَةُ مَغْنَمًا' وَالزَّکٰوةُ مَغْرَماً' وَتُعُلِّمَ لِغَیْرِ الدِّیْنِ' وَاَطَاعَ الرَّجُلُ امْرَاَتَهٗ' وَعَقَّ اُمَّهٗ ' وَاَدْنٰی صَدِیْقَهٗ ' وَاَقْصٰی اَبَاهُ' وَظَهَرَتِ الْاَصْوَاتُ فِی الْمَسَاجِدِ' وَسَادَ الْقَبِیْلَةَ فَاسِقُهُمْ' وَکَانَ زَعِیْمُ الْقَوْمِ اَرْذَلَهُمْ' وَاُکْرِمَ الرَّجُلُ مَخَافَةَ شَرِّهٖ' وَظَهَرَتِ الْقَیْنَاتُ وَالْمَعَازِفُ' وَشُرِبَتِ الْخُمُوْرُ' وَلَعَنَ آخِرُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَوَّلَهَا فَلْیَرْتَقِبُوْا عِنْدَ ذٰلِکَ رِیْحًا حَمْرَاءَ وَزَلْزَلَةً وَخَسْفًا وَمَسْخًا وَقَذْفًا' وَآ یَاتٍ تَتَابَعُ کَنِظَامٍ بَالٍ قُطِعَ سِلْکُهٗ فَتَتَابَعَ))

(سنن الترمذی' کتاب الفتن' باب ما جاء فی علامة حلول المسخ والخسف)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب مالِ فَے کو ذاتی دولت سمجھا جانے لگے' اور امانت غنیمت سمجھ کر دبا لی جایا کرے' اور زکوٰۃ کو تاوان سمجھا جانے لگے' اور تعلیم دین کے علاوہ (دنیا کے لیے) حاصل کی جائے' اور انسان اپنی بیوی کی اطاعت کرنے لگے اور ماں کو ستائے' اور دوست کو قریب کرے اور باپ کو دور کرے' اور مسجدوں میں (دنیا کی باتوں کا) شور ہونے لگے' اور قبیلہ کے سردار نافرمان لوگ بن جائیں' اور گھٹیا لوگ قوم کے سردار ہو جائیں' اور انسان کی عزت اُس کی شرارتوں کے خوف سے کی جائے' اور گانے بجانے والی عورتیں اور

گانے بجانے کے سامان کی کثرت ہو جائے' اور شرابیں پی جانے لگیں' اور بعد میں آنے والے لوگ اُمت کے پچھلے (نیک) لوگوں پر لعنت کرنے لگیں تو اُس وقت تم سرخ آندھیوں اور زلزلوں کا انتظار کرو' اور زمین میں دھنس جانے اور صورتیں مسخ ہو جانے اور آسمان سے پتھر برسنے کے بھی منتظر رہو' اور ان عذابوں کے ساتھ دوسری اُن نشانیوں کا بھی انتظار کرو جو پے درپے اس طرح ظاہر ہوں گی جیسے کسی لڑی کا دھاگہ ٹوٹ جائے اور پے درپے دانے گرنے لگیں۔''

آیئے اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور دعا کے لیے ہاتھ اٹھائیں:

﴿رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَـبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ﴿۲۵۰﴾﴾ (البقرة)

''اے ربّ ہمارے! ہم پر انڈیل دے صبر اور ہمارے قدموں کو جما دے اور ہماری مدد فرما اس کافر قوم کے مقابلے میں۔''

﴿رَبَّـنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِىْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۖ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ﴿۱۹۳﴾﴾ (آل عمران)

''اے ربّ ہمارے! بیشک ہم نے سنا ایک پکارنے والے کو کہ وہ ایمان کے لیے پکار رہا تھا کہ ایمان لاؤ اپنے ربّ پر' پس ہم ایمان لے آئے۔ اے ربّ ہمارے! پس تو بخش دے ہمارے لیے ہمارے گناہ اور تو دور کر دے ہم سے ہماری خطائیں اور تو ہمیں وفات دے نیکوکاروں کے ساتھ۔''

﴿رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۗ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ﴿۱۹۴﴾﴾ (آل عمران)

''اے ربّ ہمارے! اور تو ہمیں (وہ سب کچھ) عطا فرما کہ جس کا تو نے ہم سے وعدہ کیا ہے اپنے رسولوں کے ذریعے سے اور رسوا نہ کر ہمیں قیامت کے دن' بیشک تو وعدے کے خلاف کرنے والا نہیں ہے۔''

﴿ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَاِلَيْكَ اَنَبْنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ﴾ (المُمتحنة)

''اے ربّ ہمارے! ہم نے آپ پر توکل کیا اور ہم نے آپ کی طرف رجوع کیا اور آپ کی طرف ہی لوٹ کر جانا ہے۔''

﴿رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴿۵﴾﴾ (المُمتحنة)

''اے ربّ ہمارے! ہمیں ذریعۂ آزمائش نہ بنا ان لوگوں کے لیے جنھوں نے کفر کیا' اور اے ربّ ہمارے! ہمیں بخش دے' بے شک تو زبردست ہے' کمالِ حکمت والا ہے۔''

﴿رَبَّنَا اصۡرِفۡ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿٦٥﴾﴾ (الفرقان)

''اے ربّ ہمارے! تو ہٹا دے ہم سے جہنم کا عذاب' بے شک اس کا عذاب چمٹنے والا ہے۔''

﴿رَبَّنَا هَبۡ لَنَا مِنۡ اَزۡوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعۡيُنٍ وَّاجۡعَلۡنَا لِلۡمُتَّقِيۡنَ اِمَامًا ﴿٧٤﴾﴾ (الفرقان)

''اے ربّ ہمارے! تو عطا فرما ہمیں ہماری بیویوں میں سے اور ہماری اولادوں میں سے آنکھوں کی ٹھنڈک اور ہمیں امام بنا دے متقیوں کا۔''

﴿رَبَّنَا اغۡفِرۡ لَنَا وَلِاِخۡوَانِنَا الَّذِيۡنَ سَبَقُوۡنَا بِالۡاِيۡمَانِ وَلَا تَجۡعَلۡ فِىۡ قُلُوۡبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا رَبَّنَاۤ اِنَّكَ رَءُوۡفٌ رَّحِيۡمٌ ﴿١٠﴾﴾ (الحشر)

''اے ربّ ہمارے! بخش دے ہمیں اور ان کو بھی کہ جنھوں نے سبقت کی ہم سے ایمان میں اور ہمارے دلوں میں کوئی بغض نہ رکھیو اُن لوگوں کے لیے جو کہ ایمان لائے' بے شک اے ہمارے ربّ! تو بہت مہربان' رحم کرنے والا ہے۔''

﴿رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا فَاغۡفِرۡ لَنَا وَارۡحَمۡنَا وَاَنۡتَ خَيۡرُ الرّٰحِمِيۡنَ ﴿١٠٩﴾﴾ (المؤمنون)

''اے ہمارے ربّ! ہم ایمان لے آئے' پس ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما' اور تو سب سے بہتر رحم فرمانے والا ہے۔''

اَللّٰهُمَّ آنِسۡ وَحۡشَتِیۡ فِیۡ قَبۡرِیۡ ' اَللّٰهُمَّ ارۡحَمۡنِیۡ بِالۡقُرۡآنِ الۡعَظِیۡمِ وَاجۡعَلۡهُ لِیۡ اِمَامًا وَّنُوۡرًا وَّهُدًی وَّرَحۡمَةً' اَللّٰهُمَّ ذَكِّرۡنِیۡ مِنۡهُ مَانَسِیۡتُ وَعَلِّمۡنِیۡ مِنۡهُ مَاجَهِلۡتُ وَارۡزُقۡنِیۡ تِلَاوَتَهٗ آنَآءَ الَّیۡلِ وَآنَآءَ النَّهَارِ وَاجۡعَلۡهُ لِیۡ حُجَّةً یَّارَبَّ الۡعَالَمِیۡنَ...... آمِیۡنَ!

''اے اللہ! میری مدد کر میری قبر کی وحشت میں۔ اے اللہ مجھ پر رحم فرما قرآن عظیم کی بدولت اور بنا دے اسے میرے لیے امام اور نور اور ہدایت اور رحمت۔ اے اللہ! یاد کرا دے مجھے اس میں سے جو میں بھول گیا' اور علم عطا فرما دے مجھے اس میں سے جو مجھے معلوم نہیں' اور اس کی تلاوت کی توفیق دے مجھے رات اور دن میں' اور بنا دے اسے میرے لیے حجت اے تمام جہانوں کے ربّ!''

جدید دنیائے اسلام

قسط وار سلسلہ (27)

پاکستان (6)

تحقیق و تحریر: سید قاسم محمود

آل انڈیا مسلم لیگ کا قیام

دسمبر 1906ء میں آغا خان کے زیر قیادت مسلمان لیڈروں کا ایک وفد شملے میں وائسرائے سے ملا اور مسلمانانِ ہند کے سیاسی مطالبات پیش کیے۔ اسی سال ڈھاکا میں مسلمانانِ ہند کے حقوق کی حفاظت اور پاسداری کے لیے آل انڈیا مسلم لیگ کا قیام عمل میں آیا۔ اس کے بانیوں میں ڈھاکا کے نواب سلیم اللہ خان کے علاوہ سرسید کے دو رفقاء محسن الملک اور وقار الملک خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ اس طرح 1857ء میں مستقل اسلامی حکومت کی تجدید و احیا کا جو خواب پریشان ہوا تھا' اُس کی تعمیر نو کا واضح آغاز ہو گیا۔ 1909ء میں مسلمانوں کو پہلی کامیابی یہ نصیب ہوئی کہ اُن کی یک جہتی اور متفقہ مطالبے کے سامنے جھک کر حکومت کو تسلیم کرنا پڑا کہ کونسلوں میں مسلمانوں کے نمائندے جداگانہ انتخاب کے ذریعے چنے جائیں (منٹو مارلے سکیم)۔ اُس وقت مسلم لیگ میں زیادہ تعداد اعتدال پسند مسلمانوں کی تھی اور ان کی مساعی اس امر پر مرکوز تھیں کہ برادرانِ وطن سے ایسا سمجھوتا ہو جائے جو مسلمانوں کے جداگانہ قومی تشخص کے تحفظ پر مبنی ہو' تاکہ سب متحد ہو کر ملک کی آزادی کے لیے جدوجہد کر سکیں۔

مسلمانانِ عالم کی سیاسی بیداری

اس کا آغاز 1912ء سے ہوا' جس کے متعدد اسباب تھے' مثلاً:

(1) تقسیمِ بنگال کی تنسیخ: بنگالی ہندوؤں کی خوشنودی کی خاطر 1912ء میں حکومتِ برطانیہ نے بنگال کی تقسیم منسوخ کر دی۔ اس سے جہاں مسلمانوں کے اندر ایک بار پھر اپنی حق تلفی اور بے چارگی کا احساس پیدا ہوا' وہاں ان کی سیاست میں جوش اور سرگرمی کا عنصر بھی بڑھ گیا اور مسلم لیگ میں ان قدامت پسند لیڈروں کی جگہ جو ہمیشہ اعتدال پسندی اور میانہ روی کی تلقین کرتے

رہتے تھے، آزاد خیال رہنماؤں کو اقتدار حاصل ہو گیا۔

(2) دنیائے اسلام کے دگرگوں حالات : یہی وہ زمانہ تھا جب اسلامی مملکتیں بڑی تیزی سے اپنی آزادی اور خودمختاری سے محروم ہو رہی تھیں۔ انگریز اور روسی مل کر ایران کے حصے بخرے کر رہے تھے۔ ان دونوں ملکوں نے 1907ء میں ایک معاہدہ طے کیا، جس کے تحت شمالی ایران پر روس کی اور جنوبی ایران پر انگلستان کی سیادت تسلیم کر لی گئی۔ اس کے بعد روس نے مشہد مقدس پر گولہ باری کی، جس سے مسلمانانِ ہند میں بڑا اضطراب پیدا ہوا۔ 1912ء ہی میں اٹلی نے طرابلس الغرب پر حملہ کر دیا، جو سلطنتِ عثمانیہ کا ایک دُور افتادہ علاقہ تھا۔ اطالویوں نے اہل طرابلس کو وحشیانہ مظالم کا نشانہ بنایا۔ اس حملے میں برطانیہ کا ایما بھی شامل تھا، اسی لیے انہوں نے ترکیہ کو مصر کے راستے اپنی فوجیں طرابلس بھیجنے کی اجازت نہ دی۔ انور پاشا چند رفقاء سمیت بمشکل طرابلس پہنچے اور سنوسی قبائل کو منظّم کر کے جنگ شروع کر دی، لیکن وسائل کی کمی کے باعث مزاحمت زیادہ عرصہ جاری نہ رہ سکی اور اٹلی نے طرابلس پر قبضہ کر لیا۔ اس جنگ کے دوران میں مسلمانانِ ہند سخت مضطرب رہے۔ عربوں کی مظلومی، اطالویوں کے شدید مظالم اور انور پاشا کی شجاعت کی کہانیاں ہر جگہ سنی جا سکتی تھیں۔ مولانا ابوالکلام آزاد کے اخبار ''الہلال'' (کلکتہ) اور مولانا محمد علی جوہر کے اخبار ''کامریڈ'' (کلکتہ) اور مولانا ظفر علی خان کے روزنامے ''زمیندار'' (لاہور) نے مسلمانوں کی ترجمانی کا حق ادا کر دیا۔ مجاہدینِ طرابلس کے لیے چندے ہونے لگے۔ اٹلی کے مال کا بائیکاٹ کیا گیا اور عام مسلمانوں میں انگریزی حکومت کے خلاف جذبات شدید تر ہو گئے۔

ابھی طرابلس کی جنگ جاری تھی کہ یورپی ممالک کے اشارے پر بلقان کی ریاستوں نے ترکی کے خلاف بغاوت کر دی اور متحد ہو کر ترکی پر حملہ کر دیا۔ اس پر مسلمانانِ ہند نے برافروختہ ہو کر ایسے احتجاجی مظاہرے کیے کہ انگریزی حکومت کو بھی یہ اجازت دینی پڑی کہ وہ ترکوں کی مالی مدد کر سکتے ہیں۔ چنانچہ لاکھوں روپیہ جمع کر کے بھیجا گیا۔ اس کے علاوہ مولانا محمد علی جوہر نے ایک طبی وفد کا انتظام کیا جو ڈاکٹر مختار احمد انصاری کی سرکردگی میں زخمی ترکوں کی مرہم پٹی کرنے کے لیے بلقان گیا۔ طرابلس اور بلقان کی دونوں جنگوں کے باعث برصغیر کے مسلمانوں کے قومی جذبے کو بڑی تقویت پہنچی اور ان میں ایک نیا جوش اور ولولہ پیدا ہوا۔ 1913ء میں جنگِ بلقان کا خاتمہ ہو گیا اور ریاست ہائے بلقان سے ترکیہ کا اقتدار ہمیشہ کے لیے اُٹھ گیا۔ ترکوں کی اس شکست میں چونکہ برطانیہ کا بھی ہاتھ تھا، اس لیے مسلمانوں میں انگریزوں کے لیے نفرت اور بھی بڑھ گئی۔

اگست 1913ء میں مسجد مچھلی بازار، کان پور کا واقعہ پیش آیا۔ کانپور کے عمالِ حکومت نے سڑک سیدھی کرنے کے لیے مسجد مچھلی بازار کا ایک حصہ منہدم کر دیا اور جب مسلمانوں نے احتجاج کیا تو اُن پر گولی چلا دی، جس سے کئی مسلمان شہید ہو گئے۔ پورے ملک میں اس پر غم و غصہ کا اظہار ہوا۔ آخر

کا روائسرائے لارڈ ہارڈنگ نے اس تنازعے کا تصفیہ کیا' لیکن مسلمان پوری طرح مطمئن نہیں ہوئے اور حکومت کے خلاف اُن کی شکایات میں ایک اور کا اضافہ ہو گیا۔

اگست 1914ء میں سارا یورپ جنگ عظیم کی لپیٹ میں آ گیا۔ نومبر 1914ء میں سلطان ترکی نے' جو خلیفۃ المسلمین بھی تھے' جرمنی کی حمایت میں برطانیہ اور اُس کے اتحادیوں کے خلاف جنگ کا اعلان کر دیا۔ اس سے برصغیر کے مسلمان ایک عجیب مشکل سے دوچار ہو گئے۔ ان کی ہمدردیاں ترکوں کے ساتھ تھیں اور انہیں اندیشہ تھا کہ اگر عرب و فلسطین کے مقاماتِ مقدسہ ترکوں کے ہاتھ سے نکل کر اتحادیوں کے قبضے میں آ گئے تو اُن کی حرمت باقی نہ رہے گی۔ دوسری طرف وہ انگریزوں کے محکوم تھے اور ان کی جنگی سرگرمیوں میں حصہ لینے پر مجبور۔ انہی دنوں میں ''لندن ٹائمز'' نے ''ترکوں کی پسند'' (The Choice of The Turks) کے عنوان سے ایک مضمون شائع کیا اور اس میں ترکوں کی بڑی توہین و تذلیل کی۔ مولانا محمد علی جوہر نے اسی عنوان سے اس کا فاضلانہ جواب اپنے اخبار ''کامریڈ'' میں دیا اور ترکوں کو حق بجانب ٹھہرایا۔ حکومت نے ''کامریڈ'' کی اشاعت بند کر دی اور مولانا محمد علی اور ان کے بھائی مولانا شوکت علی کو گرفتار کر کے نظر بند کر دیا۔ اگرچہ برطانوی حکومت اور اُس کی تحریک پر فرانس اور روس نے دورانِ جنگ میں مسلمانوں کے مقاماتِ مقدسہ کے تحفظ کا یقین دلایا تھا' لیکن اس کے باوجود مسلمانانِ ہند سخت مضطرب تھے' کیونکہ مسلمان سپاہی ترکوں کے مقابلے میں بلاتکلف بھیجے جا رہے تھے۔ انگریزی افواج نے عراق و فلسطین پر حملہ آور ہو کر بیت المقدس فتح کر لیا اور اسے صلیبی جنگوں کا انتقام قرار دیا۔ پھر شریف مکہ کو اُکسا کر ترکوں کے خلاف بغاوت کرا دی اور اس باغیانہ جنگ میں کوئی مقدس مقام محفوظ نہ رہا۔ مسلمانانِ ہند کی طرف سے شریف مکہ کی مذمت میں اور ترکوں کے حق میں جو آواز بھی بلند ہوتی' اسے حکومت کی طرف سے بغاوت کا نام دیا جاتا۔ حکومت کا تشدد اور مسلمانوں کا دینی و قومی جذبہ بڑھتا گیا۔ علی برادران کے علاوہ کئی اور مسلمان رہنما مثلاً مولانا حسرت موہانی اور مولانا ظفر علی خان قید کر دیے گئے اور اخبارات پر کڑی پابندیاں لگا دی گئیں۔ ان حالات میں کئی پُرجوش مسلمان اور طلبہ ترکوں کے ساتھ مل کر جنگ کرنے کے لیے چوری چھپے ہندوستان سے ہجرت کر گئے۔ مولانا محمود حسن اور مولانا عبیداللہ سندھی کابل پہنچ کر انقلاب کی تیاریاں کرنے لگے۔ اس سلسلے میں ''ریشمی رومال'' کا واقعہ بہت مشہور ہے۔
جنگ عظیم کے دوران مسلمانوں کی توجہ داخلی سیاست سے ہٹ گئی تھی' لیکن اس کے باوجود چند واقعات ایسے پیش آئے جو اُن کی آئینی جدوجہد کی تاریخ میں بہت اہم ہیں۔

ان میں نمایاں واقعہ محمد علی جناح کی مسلم لیگ میں شمولیت ہے۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ منٹو مارلے سکیم کے مطابق مسلمانوں کو جداگانہ انتخاب کا حق ملنے کے باعث ہندو بہت مشتعل

تھے۔1910ء میں نیشنل کانگریس کا سالانہ اجلاس الہ آباد میں ہوا تو باہمی کشیدگی دور کرنے کے لیے ہندو مسلم رہنماؤں کی ایک کانفرنس ہوئی۔ مقصد یہ تھا کہ دونوں قومیں ایک مطمحِ نظر پر متحد ہو جائیں۔اس سلسلے میں محمد علی جناح نے بڑی سرگرمی دکھائی' لیکن ہندو لیڈروں کی ضد کے باعث کانفرنس ناکام ہوگئی۔

مسلمان اب حوصلہ مندی کے ساتھ سیاست میں حصہ لینا چاہتے تھے۔1913ء میں مسلم لیگ کے اجلاس لکھنؤ میں مسٹر جناح کو خاص طور سے مدعو کیا گیا اور غور وخوض کے بعد مسلم لیگ نے اپنے دستورِ اساسی میں یہ تبدیلی کی کہ اس کا مطمحِ نظر ''زیر سایۂ تاج برطانیہ آئینی ذرائع سے ایسا طرزِ حکومت خود اختیاری حاصل کرنا جو ہندوستان کے لیے موزوں ہو'' قرار پایا۔مسٹر جناح جلد ہی مسلم لیگ کے صفِ اوّل کے رہنما بن گئے اور مسلم لیگ اور کانگریس کے مابین اہم آئینی مسائل پر مفاہمت کی کوشش کرنے لگے۔اس کا نتیجہ دسمبر 1916ء میں ''میثاقِ لکھنؤ'' کی صورت میں برآمد ہوا اور چونکہ اس معاہدے کے روحِ رواں مسٹر جناح تھے' اس لیے انہیں ہندو مسلم اتحاد کا سفیر کہا گیا۔اس معاہدے کی رو سے کانگریس نے مسلمانوں کا جداگانہ حق نیابت تسلیم کرلیا۔صوبائی کونسلوں اور امپیریل کونسل میں مسلمانوں کی نمائندگی کا تناسب طے پایا اور متفقہ طور پر فیصلہ ہوا کہ کسی فرقے پر اثر انداز ہونے والے کسی مسودۂ قانون (بل) یا قرارداد پر اس صورت میں کوئی کارروائی نہیں کی جائے گی جبکہ فرقۂ متأثرہ کے نمائندوں کی تین چوتھائی تعداد اس کی مخالفت کرے۔میثاقِ لکھنؤ سے بڑی روشن امیدیں وابستہ کی گئیں اور دونوں قوموں میں صلح وتعاون کی فضا پیدا ہوگئی اور وہ متحد ہو کر ''ہوم رول'' کی تحریک میں حصہ لینے لگے۔

ملک میں سیاسی بیداری کی شدت دیکھ کر حکومت نے 1918ء میں ''مونٹیگو چمسفورڈ اصلاحات'' شائع کیں۔ان میں مسلم لیگ اور نیشنل کانگریس کا منصوبہ مسترد کر کے حکومت نے ایسی سکیم پیش کی تھی' جس میں کچھ اختیارات عوامی نمائندوں کو تفویض کرنے کے ساتھ باقی تمام اختیارات گورنر اور اُس کی انتظامی کونسل کے ہاتھ میں دے دیے گئے۔نیز گورنر کو قانون ساز اسمبلی سے مشورہ کیے بغیر کوئی قانون نافذ کرنے کا بھی اختیار دے دیا گیا۔ملک میں عام بے اطمینانی اور سیاسی تناؤ نقطۂ عروج پر جا پہنچا۔اصلاحات عملی طور پر ناکام ہوگئیں اور حکومت نے جبر وتشدد شروع کر دیا۔

حکومت کی رائے کے مطابق ملک میں دہشت گردی کی تحریک از سرِ نو تقویت پکڑنے لگی تھی۔ اس کے سدّ باب کے لیے جسٹس رولٹ کی سرکردگی میں ایک کمیشن بنایا گیا' جس کی رپورٹ کو عملی جامہ پہنانے کے لیے مارچ 1919ء میں رولٹ ایکٹ پیش ہوا۔اس کی رو سے کسی شخص کو بغیر وارنٹ گرفتار کیا جا سکتا تھا' بغیر سماعت کے جیل بھیجا جا سکتا تھا اور صفائی پیش کیے بغیر خفیہ طور پر مقدمہ چلایا جا سکتا تھا' مسٹر جناح نے امپیریل کونسل میں اس کی شدید مخالفت کی اور جب یہ قانون منظور ہوگیا تو بطور

احتجاج کونسل سے استعفاء دے دیا۔ یہ تو آئینی احتجاج تھا۔ اس کے مقابلے میں گاندھی جی نے ایک منظّم احتجاج کا منصوبہ بنایا اور 6 اپریل 1919ء کو یوم ستیا گرہ مقرر کیا۔ اُس دن ہڑتالیں ہوئیں، جلوس نکلے، جلسے ہوئے، ان میں پُر جوش تقریریں کی گئیں، لیکن بعض مقامات پر جوشیلے مظاہرین نے لوٹ مار اور آتش زنی بھی شروع کر دی اور گاندھی جی نے گھبرا کر 18 اپریل کو ستیا گرہ ختم کر دینے کا اعلان کر دیا۔ اس تحریک میں جہاں ہندو مسلم اتحاد کی بے نظیر مثالیں دیکھنے میں آئیں، وہاں انگریزی حکومت نے بھی اپنے جبر و استبداد کا انتہائی خوفناک نمونہ پیش کیا۔ بریگیڈیئر جنرل ڈائر نے، جو امرتسر میں متعین تھا، جلسے جلوسوں پر پابندی لگا دی، لیکن عوام نے جلیانوالہ باغ میں عظیم الشان جلسہ کیا۔ باغ کے تین طرف فصیل تھی۔ ڈائر نے واحد کھلے راستے کو بند کر کے فوج کو نہتے مجمع پر گولی چلانے کا حکم دے دیا۔ 379 آدمی ہلاک اور 1137 مجروح ہوئے۔ پنجاب کے کئی شہر فوج کے حوالے کر دیے گئے۔ چھپانے کے باوجود یہ خبر ملک بھر میں پھیل گئی، جس سے لوگوں میں حکومت کے خلاف جوش و جنون کی کیفیت پیدا ہو گئی۔

تحریک خلافت

جلیانوالہ باغ کے سانحے کا صدمہ ابھی تازہ تھا کہ پہلی جنگ عظیم میں کامیابی کے بعد اتحادیوں نے ترکی کے ساتھ انتہائی بے دردانہ سلوک روا رکھا۔ اس سے مسلمانوں میں غیظ و غضب کی لہر دوڑ گئی۔ برطانیہ اور فرانس عربوں کے وسیع علاقوں پر قابض ہو گئے۔ سمرنا میں یونانی فوجوں کو اتار کر مسلمان آبادی کا قتلِ عام کیا گیا۔ معلوم ہوتا تھا کہ وہ سلطنت عثمانیہ کو پارہ پارہ کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ برصغیر کے مسلمانوں نے اپنی بے بسی کے باوجود علی برادران کے زیر قیادت تحریک خلافت شروع کر دی، جس کے مطالبات یہ تھے کہ خلافت عثمانیہ برقرار رہے، مقاماتِ مقدسہ ترکوں کی حفاظت میں رہیں اور انتقامی کارروائی کے بجائے ترکوں کی سلطنت کی حدود وہیں رکھی جائیں جو قبل از جنگ تھیں۔ جب ہندوستان کے انگریز حکمرانوں نے ان مطالبات کو درخورِ اعتنا نہ سمجھا تو مولانا محمد علی جوہر، مولانا سید سلیمان ندوی اور سید حسین پر مشتمل ایک وفد خلافت کمیٹی کی طرف سے انگلستان بھیجا گیا، تاکہ اتحادیوں پر یہ واضح کر دیا جائے کہ عرب علاقوں کو برطانیہ اور فرانس کی نگرانی میں دینے کی تجویز کو مسلمانانِ ہند کبھی قبول نہ کریں گے۔ وفد نے انگلستان کے علاوہ فرانس، سوئٹزر لینڈ اور اٹلی کا دورہ بھی کیا اور ان حکومتوں کے سربراہوں کے سامنے اپنا نقطۂ نظر پیش کیا، لیکن اس کا کوئی سودمند نتیجہ نہ نکلا۔ مئی 1920ء میں صلح نامے کا اعلان ہوا، جس کی شرائط ترکوں کے لیے مہلک تھیں، لیکن انہیں اس پر دستخط کرنا پڑے۔ اُن کے تمام بیرونی مقبوضات چھن گئے۔ استنبول بین الاقوامی شہر قرار پایا۔ بحری جہاز ضبط کر لیے گئے۔ فضائیہ قائم کرنے پر پابندی لگانے کے علاوہ برّی فوج میں بھی کمی کر دی گئی اور

آرمی سکول بند کر دیے گئے۔

خلافت کمیٹی کا وفد یورپ سے ناکام لوٹا' لیکن ہندوستان میں اس کی تنظیم بڑی وسیع اور مستحکم ہو چکی تھی۔ اس کی تائید میں رائے عامہ اس قدر طاقتور اور پرزور تھی کہ جلسوں یا اخبارات میں اس کی مخالفت کا کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا تھا' حتیٰ کہ مسٹر گاندھی اور دوسرے ہندو لیڈروں نے بھی مسئلۂ خلافت میں اشتراکِ عمل کا ثبوت دیا اور یوں تحریک خلافت نے تحریکِ آزادی ہند کی بھی صورت اختیار کر لی۔

تحریک ترکِ موالات

ستمبر 1920ء میں گاندھی جی نے کلکتے میں کانگریس کے ایک غیر معمولی اجلاس میں ترکِ موالات یا عدم تعاون کی تجویز پیش کی' جس میں کہا گیا کہ لوگ سرکاری خطابات واپس کر دیں اور کونسلوں' عدالتوں' سرکاری کالجوں' نیز عراق میں فوجی خدمات کا مقاطعہ کر دیں۔ دسمبر میں ناگپور کے اجلاس میں اس تجویز کی توثیق کر دی گئی' لیکن مسٹر جناح نے ہمہ گیر عدم تعاون کو وقتی حالات میں ناممکن العمل ٹھہراتے ہوئے آئینی ذرائع اختیار کرنے پر زور دیا اور نیشنل کانگریس سے علیحدہ ہو گئے۔ ناگپور کے فیصلوں پر عمل شروع ہو گیا۔ گاندھی جی اور علی برادران میں سمجھوتے کے بعد دونوں تحریکیں متحد ہو گئیں۔ ہندو مسلم تعاون نقطۂ عروج پر جا پہنچا۔ مسلمانوں نے بقر عید پر گائے کی قربانی بھی بند کر دی۔ حتیٰ کہ ہندو رہنما گاندھی جی سے جامع مسجد دہلی میں خطاب کرایا گیا۔ اوائل جولائی 1921ء میں خلافت کمیٹی کا اجلاس کراچی میں منعقد ہوا' جس میں سلطان ترکیہ کو مسلمانانِ ہند کی وفاداری کا یقین دلایا گیا اور مسلمانوں پر انگریزی فوج میں ملازمت حرام قرار دی گئی۔ مصطفیٰ کمال پاشا کو' جس نے حریت پسند ترکوں کی مدد سے انقرہ میں حکومت قائم کر لی تھی' مبارکباد دی گئی اور انگریزوں کو متنبہ کیا گیا کہ اگر انہوں نے اس کے خلاف کوئی کارروائی کی تو مسلمان سول نافرمانی کریں گے اور ہندوستان کی آزادی کا اعلان کر کے جمہوری حکومت قائم کر لیں گے۔ اس اجلاس کے بعد علی برادران پھر گرفتار کر لیے گئے' لیکن انگریزی حکومت کے خلاف تحریک جاری رہی۔ یہاں تک کہ 17 نومبر 1921ء میں پرنس آف ویلز دورے کی غرض سے ہندوستان پہنچا تو پورے ملک نے ہڑتال کی صورت میں اس کا خیر مقدم کیا۔

ہندوؤں اور مسلمانوں کی متحدہ قوت نے حکومت کو متزلزل کر دیا اور قریب تھا کہ انگریز اپنا رویہ تبدیل کر لیں کہ گاندھی جی نے اپنے بعض پیروؤں کی متشددانہ کارروائیوں کے پیش نظر 4 فروری 1922ء کو تحریک کے خاتمے کا اعلان کر دیا۔ اس کا اثر تحریک خلافت پر بھی پڑا اور جب 3 مارچ 1924ء کو ترکیہ کی نئی حکومت نے خلافت کو ختم کر دیا تو تحریکِ خلافت بھی خود بخود ختم ہو گئی۔

تحریک خلافت اور تحریکِ ترکِ موالات میں مسلمانانِ ہند نے بڑی شاندار قربانیاں دیں۔ وہ ہزاروں کی تعداد میں قید ہوئے۔ اُن کی عالی شان درس گاہوں پر سخت ضرب لگی۔ سینکڑوں نے وکالت اور سرکاری ملازمت سے دستبرداری اختیار کی۔ کروڑوں روپے کی جائیدادیں ترک کر دی گئیں۔ لاکھوں روپے چندے کے طور پر جمع کیے گئے۔ پنجاب' سندھ اور سرحد کے تقریباً اٹھارہ ہزار مسلمان اپنا مال ومتاع کوڑیوں کے مول بیچ کر افغانستان ہجرت کر گئے اور انہیں وہاں طرح طرح کے مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ سب قربانیاں دراصل ہندوستان کی آزادی' اسلامی سلطنتوں کی بقاء اور اپنی قومی حیثیت اور تشخص کے تحفظ کے لیے تھیں۔

ہندو مسلم اختلاف

خلافت اور ترکِ موالات کی گرم جوشیاں ذرا مدھم پڑیں تو متعدد غیر مسلم عناصر تفرقہ انگیزی کے لیے سامنے آ گئے اور فتنہ و فساد کے دروازے کھل گئے۔ مالابار میں موپلوں کی بغاوت کو' جو انگریزوں کے خلاف تھی' ہندوؤں نے فرقہ وارانہ حملہ قرار دیا اور مسلمانوں کے مقابلے میں جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ 1921ء میں پنڈت مدن موہن مالویہ نے ''آل انڈیا ہندو مہا سبھا'' قائم کی' جس کا موقف یہ تھا کہ مسلمان باہر سے آئے ہیں' لہٰذا انہیں یہاں رہنا ہے تو ہندوؤں کے مطیع بن کر رہنا ہو گا۔ ہندوؤں کو چاہیے کہ اپنے آپ کو مضبوط بنائیں۔ سارے مسلمانوں کو ہندو بنا لیں یا انہیں ہندوستان سے باہر نکال دیں۔ مسلمانوں کو ہندو بنانے کے لیے 1922ء میں سوامی شردھانند نے ''شُدھی'' کی تحریک چلائی اور غریب اور پسماندہ مسلمانوں کی بستیوں کو اپنی سرگرمیوں کے لیے منتخب کیا۔ اس کے کارکن ایک طرف تو روپے پیسے کا لالچ دیتے اور دوسری طرف مشاہیرِ اسلام کی شان میں نازیبا کلمات استعمال کرتے۔ ہندوؤں کو مضبوط اور مسلمانوں کے مقابلے کے لیے لالہ لاجپت رائے نے ''سنگھٹن'' کی تحریک شروع کی۔ ان سب تحریکوں سے ہندو مسلم اتحاد ایک افسانہ ہو کر رہ گیا' جگہ جگہ فسادات ہونے لگے۔ پہلا بلوہ 1922ء میں محرم کے موقع پر ملتان میں ہوا۔ پھر دہلی' الہ آباد' لکھنؤ' ناگپور' جبل پور' گلبرگہ' شاہجہان پور اور کوہاٹ میں بڑے بڑے ہنگامے ہوئے۔ پھر سوامی شردھانند کے قتل کے بعد ان کی تعداد اور بڑھی اور بمبئی' پنجاب' سی پی' بنگال' بہار' یوپی' سبھی صوبے ان کی لپیٹ میں آ گئے۔ ان کی روک تھام کے لیے باہم سمجھوتے کی متعدد کوششیں کی گئیں' لیکن ہندو مہا سبھا اور منفی ذہن رکھنے والے کانگرسی رہنماؤں کے باعث کوئی کوشش کامیاب نہ ہو سکی۔ کانگریس کی طرف سے پھر یہ مطالبہ ہونے لگا کہ مسلمان جداگانہ انتخاب سے دست بردار ہو جائیں' تاکہ مخلوط انتخاب کی صورت میں وہ اپنی مرضی کے مطابق مسلمان نمائندے اسمبلیوں میں بھیج سکیں۔ اس زمانے میں مسلمانوں پر ایک نئی اُفتاد یہ پڑی کہ حجاز میں سلطان ابن سعود کی بادشاہت قائم ہونے

کے بعد خلافت کمیٹی میں افتراق پیدا ہو گیا اور مسلمان مختلف چھوٹی چھوٹی جماعتوں میں بٹ گئے۔ اس سے ہندو رہنماؤں نے خوب فائدہ اٹھایا۔

مسلم اکثریت کے علاقے

سیاسی اعتبار سے مسلمانوں کی حالت یوں تو سارے ہندوستان میں زبوں و دگرگوں تھی، لیکن جن علاقوں میں وہ اکثریت میں تھے، وہاں بھی وہ انگریزی حکومت اور غیر مسلم عناصر کی ریشہ دوانیوں کے باعث اپنے جائز حقوق اور ترقی کے وسائل سے محروم ہو چکے تھے۔ بنگال میں مسلمانوں کو معاشی اور تعلیمی لحاظ سے پسماندہ رکھ کر انہیں سیاسی اعتبار سے ہندوؤں کا مطیع بنا دیا گیا تھا۔ شمال مغربی ہندوستان کی حالت بھی اس سے مختلف نہ تھی۔

پنجاب میں انگریزی دور آیا تو حکومت نے سکھوں اور ہندوؤں کی ہر طرح دلجوئی کی اور انہیں بہت سی مراعات عطا کیں۔ اس کے برعکس مسلمان، جو مدت سے سکھا شاہی کا ہدف بنتے چلے آ رہے تھے، حکومت کی بے اعتنائی کا خاص طور پر نشانہ بنے اور انہیں سرکاری ملازمتوں سے بے دخل کیا جانے لگا۔ پنجاب میں پورے برطانوی عہد میں کوئی قابل ذکر صنعت قائم نہیں ہوئی۔ سرکاری محکموں میں غیر مسلم چھائے رہے اور کاروبار اور تجارت ہندوؤں کے ہاتھ میں رہی۔ مسلمان زیادہ تر دیہاتی اور زراعت پیشہ تھے۔ مسلمان کاشت کار شدید محنت کے باوجود ہندو مہاجنوں کے قرض کے بوجھ تلے پسا جا رہا تھا۔ انگریزوں کی آمد سے قبل مہاجن بسا اوقات لوگوں کے بیچ بچاؤ کرنے پر شرح سود میں کمی کر دیتے اور قرض دار سے مصالحت کر لیتے تھے، لیکن 1866ء میں چیف کورٹ کے قیام کے بعد قرضے کے تمام مقدمات کی سماعت دیوانی عدالتوں میں ہونے لگی اور اب کسان پر عدالتی کارروائی کے اخراجات بھی آ پڑے۔ نئے قانون کی رو سے قرض دار کاشت کار کی زمین، حتیٰ کہ اس کا گھریلو سامان بھی قرق کرا سکتا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ساہوکار جھوٹے سچے بہی کھاتوں اور ناقابل برداشت شرح سود کی مدد سے کسانوں کو بے دخل کر کے ان کی اراضی کے مالک بنتے چلے گئے۔ 1898ء میں پنجاب میں قانون ساز اسمبلی قائم ہوئی، جس کے اختیارات بہت محدود تھے اور اس میں مسلمانوں کی نمائندگی نہ ہونے کے برابر تھی۔ 1909ء میں انتخاب کا طریق رائج ہوا تو مسلمانوں کو اُن کی آبادی کے تناسب سے نیابت نہ ملی اور مخلوط انتخاب کی وجہ سے کونسل میں وہ ایک بے آواز اقلیت ہو کر رہ گئے۔ جداگانہ انتخاب کا طریق منظور ہونے اور میثاق لکھنؤ میں مسلمانوں کو کونسل میں پچاس فیصد نیابت دینے کی شرط ہندوؤں پر بہت گراں گزری۔ چنانچہ 1920ء میں جب سکھوں میں اپنے علیحدہ قومی تشخص کا شعور پیدا ہوا تو ہندوؤں نے ان کی ہر طرح تائید کی اور مسلمانوں کے خلاف ایک متحدہ ''ہندو سکھ محاذ'' بن گیا، جس کی خوشنودی حاصل کیے بغیر کوئی مسلمان جماعت برسر اقتدار نہ آ سکتی تھی۔

سندھ اپنی آزادی سے محروم ہونے کے بعد صوبہ بمبئی کا حصہ چلا آ رہا تھا۔ سندھی مسلمانوں کو بھی انگریزی حکومت کا خصوصی عتاب برداشت کرنا پڑا۔ صوبہ بمبئی کے دوسرے علاقوں کے مقابلے میں سندھی کی معاشی اور تعلیمی ترقی کی طرف کوئی توجہ نہ دی گئی' چنانچہ 1900ء تک یہاں صرف تین سرکاری ہائی سکول تھے۔ مسلمانانِ سندھ کو یہ نظر آ رہا تھا کہ اگر وہ صوبہ بمبئی کے ساتھ ملحق رہے تو اپنی پسماندگی سے کبھی نجات نہ پا سکیں گے۔ 1916ء میں جب ہندو مسلم اتحاد کی لہر چلی تھی تو خود ہندوؤں نے سندھ کو بمبئی سے علیحدہ کرنے کی تجویز پیش کی تھی' مگر اب انہوں نے اس کی مخالفت شروع کر دی اور یہ بہانہ تراشا کہ اگر سندھ کو علیحدہ صوبہ بنایا گیا تو اس کی حکومت نظم ونسق کے اخراجات کی متحمل نہ ہو سکے گی۔

1901ء میں دریائے سندھ کے پار کے چھ اضلاع کو پنجاب سے علیحدہ کر کے شمال مغربی سرحدی صوبہ بنایا گیا' لیکن اس نئے صوبے کا نظم ونسق مرکزی حکومت کے ماتحت کر دیا گیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ نیا صوبہ ایسی بہت سی مراعات سے محروم ہو گیا جو یہاں کے لوگوں کو قبل ازیں حاصل تھیں۔ تحریر وتقریر کی آزادی واپس لے لی گئی اور کوشش یہ رہی کہ یہاں کے باشندے دوسرے صوبوں کے لوگوں سے الگ تھلگ رہیں۔ قبائلی علاقوں میں پولیٹیکل ایجنٹوں کے ذریعے سازشوں کا جال بچھا دیا گیا اور مختلف قبائل کو ایک دوسرے سے لڑانے کا کھیل شروع ہو گیا۔ حریت پسند قبائل کو دبانے کے لیے انتہائی سختی اور بربریت سے کام لیا جانے لگا اور غازی ایکٹ جیسے کئی ظالمانہ قوانین نافذ کر دیے گئے۔ 1909ء اور 1919ء کی آئینی اصلاحات کو تمام صوبوں میں نافذ کیا گیا' لیکن صوبہ سرحد اُن سے بھی محروم رہا۔ انگریزوں کا خیال تھا کہ یہاں آئینی اور منتخب نمائندہ اداروں کا قیام امن عامہ کے منافی ہے' اور ہندوؤں نے اس کی پرزور تائید کی۔ 1922ء میں صوبے کو آئینی اصلاحات دینے کے مسئلے کی چھان بین کرنے کے لیے ایک سرکاری کمیٹی مقرر ہوئی۔ اس کی رپورٹ صوبہ سرحد کے حق میں تھی' لیکن اسے یہ کہہ کر نظرانداز کر دیا گیا کہ صوبے کی سات فی صد ہندو سکھ اقلیت اصلاحات کے خلاف ہے۔ بلوچستان کی حالت بھی اس سے کچھ زیادہ مختلف نہ تھی اور وہ بھی ہر طرح کی آئینی اصلاحات سے محروم چلا آ رہا تھا۔

الغرض جن علاقوں میں ہندو اکثریت تھی' وہاں تو ہندو لیڈروں کا اصرار یہ تھا کہ کونسلوں کو زیادہ سے زیادہ اختیارات ملیں' تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ حکومت کے کاروبار میں شریک ہو سکیں' لیکن جہاں ہندو اقلیت میں تھے' وہاں وہ یا تو کونسلوں کے قیام کی مخالفت کرتے تھے یا ان کے اختیارات پر پابندیاں عائد کرنے پر مصر ہوتے تھے اور انگریزی حکومت اکثر اُن کی رائے کو مسلمانوں کے مقابلے میں ترجیح دیتی تھی۔

(جاری ہے)

اشاریہ ماہنامہ 'میثاق' لاہور

۲۰۰۴ء۔۲۰۰۵ء

مرتب: محمد شاہد حنیف ☆

قرآن وعلومِ قرآن

محمد فواد/اسرار احمد، ڈاکٹر	سَبعًا شِدادًا سے مراد [مکتوب اور اُسکا جواب/تفسیری سوال]	مئی ۲۰۰۵	۵۳-۵۴
عاکف سعید، حافظ	ہماری بے بسی دین وقرآن سے بے وفائی کا نتیجہ ہے [پریس ریلیز]	مارچ ۲۰۰۴	۸
اخلاق حسین قاسمی	'تفسیر بالرائے' کے ضمن میں نامور علماء محققین کا موقف	مئی ۲۰۰۴	۵۵-۵۷
حسنین عباس گردیزی	عروج وزوالِ امت، قرآن کی روشنی میں	جون ۲۰۰۴	۳۷-۴۹
اختر ندیم	تفسیر بالرائے کے ضمن میں علماء محققین کا موقف [مضمون اخلاق قاسمی صاحب کے حوالے سے مکتوب]	اگست ۲۰۰۴	۷۷
محمد عمران خان	تفسیر بالرائے کے ضمن میں علماء محققین کا موقف [مضمون اخلاق قاسمی صاحب کے حوالے سے مکتوب]	اگست ۲۰۰۴	۷۸
اسرار احمد، ڈاکٹر	قرآنِ حکیم سے ہمارے حجاب کے اسباب	اکتوبر ۲۰۰۴	۵-۲۵
محبوب احمد خان	اسلام، قرآن اور عظمت محمد عربی ﷺ [غیر مسلم مفکرین کی نظر میں]	اپریل ۲۰۰۵	۵۳-۵۸
اسرار احمد، ڈاکٹر	کلمہ طیبہ اور کلمہ خبیثہ [قرآن کی دو انتہائی جامع تمثیلیں]	ستمبر ۲۰۰۵	۵-۱۰
اسرار احمد، ڈاکٹر	قرآن مجید اور رمضان المبارک کا ربط وتعلق	اکتوبر ۲۰۰۵	۵-۳۴
محبوب احمد خان	قرآن کریم سے دوری کے اسباب......آج اور کل	نومبر ۲۰۰۵	۷۱-۸۴
اسرار احمد، ڈاکٹر	عظمتِ قرآن بلسانِ نبوت ﷺ [خطاب]	دسمبر ۲۰۰۵	۵-۳۰

☆ انچارج شعبہ رسائل وجرائد، مجلس تحقیق الاسلامی، لاہور

ایمان وعقائد

محمد سلیمان، حافظ	شرک کی برائیاں اور نقصان	مارچ۲۰۰۴	۸۵-۸۳
عاکف سعید، حافظ	ابلیسی طاقتیں ہم سے ناموسِ رسالت ایکٹ ختم کرانا چاہتی ہیں	جون۲۰۰۴	۶
عاکف سعید، حافظ	موجودہ دجالی تہذیب شرک سے عبارت ہے	جون۲۰۰۴	۷
محمد طفیل گوندل	مستقبل قریب میں 'ظہورِ مہدی' کا امکان [موجودہ عالمی حالات اور زمانہ قبل اسلام کا تقابل]	جولائی۲۰۰۴	۵۶-۳۵
سلیمان خان	اللہ ہی بہترین کارساز ہے [مکتوب]	مئی۲۰۰۵	۵۵
اسرار احمد، ڈاکٹر	کلمہ طیبہ اور کلمہ خبیثہ [قرآن کی دو انتہائی جامع تمثیلیں]	ستمبر۲۰۰۵	۱۰-۵

عباداتِ اسلام

محمد سلیمان	رب ذوالجلال کی عبادت	جنوری۲۰۰۵	۲۸-۲۶
محبوب احمد	اسلامی نظام عبادات میں اعتدال کی حکمتیں	جولائی۲۰۰۵	۵۲-۴۴
عطاء اللہ ساجد	اذان میں ترجیع اور اقامت کے الفاظ [محمد رمضان کا تعاقب]	ستمبر۲۰۰۵	۶۰-۵۷
ابوبکر الجزائری	مسلمان کا طرزِ حیات، مسائلِ طہارت و وضو [مترجم: عطاء اللہ ساجد]	جولائی۲۰۰۴	۷۴-۵۷
ابوبکر جابر الجزائری	اذان اور اقامت	جولائی۲۰۰۵	۵۹-۵۳
ابوبکر جابر الجزائری	مسافر کی نماز، مریض کی نماز، نمازِ خوف	جولائی۲۰۰۵	۶۵-۵۹
محمد رمضان پھلپوٹو	'جمع بین الصلاتین' اور دیگر مسائل نماز میں احناف کا موقف	اگست۲۰۰۵	۸۶-۸۱
ابوبکر الجزائری ؒ	مسلمان کا طرزِ حیات، موزوں اور پٹی پر مسح [مترجم: عطاء اللہ ساجد]	دسمبر۲۰۰۴	۶۹-۶۷
ابوبکر جابر الجزائری	نماز کا حکم، حکمت اور فضیلت [تفصیلی طریقہ نماز]	مارچ، اپریل۲۰۰۵	کل: ۲۸
ابوبکر جابر الجزائری	نماز باجماعت، امامت اور مسبوق کے مسائل	مئی۲۰۰۵	۸۶-۶۵
ابوبکر جابر الجزائری	نمازِ جمعہ؛ احکام ومسائل	ستمبر۲۰۰۵	۵۶-۴۷
ابوبکر جابر الجزائری	نمازِ وتر، پانچ نمازوں کی سنتیں اور مطلق نوافل	اکتوبر۲۰۰۵	۶۸-۵۷
ابوبکر جابر الجزائری	نماز عیدین، سورج گرہن کی نماز، نماز استسقاء	نومبر۲۰۰۵	۶۲-۵۳
محمد سلیمان تنولی	نصابِ زکوٰۃ: اجتہاد کی ضرورت	فروری۲۰۰۵	۶۶-۵۹
اسرار احمد، ڈاکٹر	روزہ، رمضان اور قرآن [خطاب]	نومبر۲۰۰۴	۲۹-۵
خالد محمود خضر	رمضان المبارک کی آمد ☆	نومبر۲۰۰۴	۴-۳

عتیق الرحمٰن صدیقی	تعلق مع اللہ [رمضان کے شام وسحر کے تناظر میں]	نومبر۲۰۰۴	۳۳-۴۰
محمد یونس جنجوعہ	رمضان شریف، نیکیوں کا موسمِ بہار	نومبر۲۰۰۴	۳۰-۳۲
اسرار احمد، ڈاکٹر	قرآن مجید اور رمضان المبارک کا ربط و تعلق	اکتوبر۲۰۰۵	۵-۳۴
اقتدار احمد	ماہِ مبارک کا پیغام	اکتوبر۲۰۰۵	۴
عاکف سعید، حافظ	عیدالاضحیٰ کا اصل پیغام [پریس ریلیز]	مارچ۲۰۰۴	۷
اسرار احمد، ڈاکٹر	عیدالاضحیٰ اور فلسفۂ قربانی [خطاب کی تلخیص از رؤف اکبر]	فروری۲۰۰۵	۴۱-۴۷
لطف الرحمٰن خان	اسباقِ عمرہ و حج	جنوری۲۰۰۵	۶۳-۷۸
عاکف سعید، حافظ	خطبہ جمعہ کی اہمیت اور عربی متن کا مفہوم [۳/اقساط]	اگست تا اکتوبر۲۰۰۵	کل:۵۱
محمد زبیر	جہاد اور دہشت گردی	ستمبر۲۰۰۵	۴۱-۴۶
اسرار احمد، ڈاکٹر	دہشت گردی کی قسمیں [بہ سلسلہ ’جہاد اور دہشت گردی‘]	نومبر۲۰۰۵	۵-۲۵

اسلام کا معاشرتی نظام

ابوبکر الجزائری	مسلمان کا طرزِ حیات، عدل و اعتدال [مترجم: عطاء اللہ ساجد]	جنوری۲۰۰۴	۶۸-۷۸
فرحت عزیز	دین و دنیا میں اعتدال و توازن، تعلیماتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں	جنوری۲۰۰۴	۴۳-۶۲
اخلاق حسین قاسمی	لغو اور عبث کاموں سے پرہیز کی اہمیت	جنوری۲۰۰۴	۳۵-۴۲
محمد یونس جنجوعہ	اکلِ حلال کی اہمیت	جنوری۲۰۰۴	۶۳-۶۷
ابوبکر الجزائری	مسلمان کا طرزِ حیات، احسان اور سلوک	فروری۲۰۰۴	۶۸-۷۳
ابوبکر الجزائری	مسلمان کا طرزِ حیات، سچائی	فروری۲۰۰۴	۷۳-۷۸
ابوبکر الجزائری	مسلمان کا طرزِ حیات، شرم و حیا	فروری۲۰۰۴	۶۳-۶۷
اسرار احمد، ڈاکٹر	امراء کا اپنے رفقا کے ساتھ طرزِ عمل اور اسوۂ رسول ﷺ	مارچ۲۰۰۴	۹-۳۰
ابوبکر الجزائری	مسلمان کا طرزِ حیات، سخاوت اور تواضع [مترجم: عطاء اللہ ساجد]	مئی۲۰۰۴	۴۳-۵۴
ابوبکر الجزائری ۳۸	مسلمان کا طرزِ حیات، چند بری عادتیں: ظلم، حسد، دھوکا، ریا وغیرہ [مترجم: عطاء اللہ ساجد]	جون۲۰۰۴	۵۵-۷۱
ابوبکر الجزائری ۴۰	مسلمان کا طرزِ حیات، غسل اور تیمّم [مترجم: عطاء اللہ ساجد]	نومبر۲۰۰۴	۵۳-۶۲
عتیق الرحمٰن صدیقی	نمائش اور دکھاوا	مارچ۲۰۰۵	۵۳-۵۵
نوید احمد	عہد اور امانت کی پاسداری	مئی۲۰۰۵	۲۶-۴۰

اشفاق الرحمٰن خان	اسلامی تصورِ حیات	جون ۲۰۰۵	۴۷-۵۰
صغریٰ خاکوانی	جادو، ٹونے، بدشگونی اور توہمات	جون ۲۰۰۵	۳۹-۴۶
اسرار احمد، ڈاکٹر	اسلام میں خدمتِ خلق کا تصور [خطاب]	جولائی ۲۰۰۵	۲۹-۴۳
محبوب احمد خان	والد کی ذمہ داریاں [سیرتِ انبیاء و قرآن کی روشنی میں]	اکتوبر ۲۰۰۵	۶۹-۹۰
عتیق الرحمٰن صدیقی	فساد فی الارض	نومبر ۲۰۰۵	۲۶-۳۰

اسلام کا عائلی نظام اور گوشۂ نسواں

مبشر حسین لاہوری	چہرے کا پردہ 'دانشوروں' کی عقل پر!	فروری ۲۰۰۴	۳۱-۴۴
شمشاد امتیاز، محترمہ	تحریکِ آزادئ نسواں، تہذیبِ جدید کے مضمرات	مئی ۲۰۰۴	۷۱-۷۹
ظفیر احمد، میاں	شادی کی منتظر لاکھوں لڑکیاں، پاکستانی معاشرے کا ایک سلگتا مسئلہ	جون ۲۰۰۴	۸۵-۹۶
محمد موسیٰ بھٹو	تعلیم نسواں، سرسید احمد خان اور علامہ اقبال [مکتوب بنام ایم خالد اسحٰق/ بشکریہ: 'بیداری']	جولائی ۲۰۰۴	۸۵-۸۸
شاہد اسلم	روشن خیالی اور اعتدال پسندی [خطاب]	ستمبر ۲۰۰۴	۵۶-۶۲
مقصود الحسن فیضی	چہرے کا پردہ [چند استفسارات کے جوابات]	نومبر ۲۰۰۴	۴۱-۵۲
ابوبکر الجزائری ۴۲	مسلمان کا طرزِ حیات، حیض اور نفاس کے احکام [مترجم: عطاء اللہ ساجد]	دسمبر ۲۰۰۴	۶۹-۷۶
اسرار احمد، ڈاکٹر	شادی بیاہ کی تقریبات میں سنت کے مطابق اصلاح [خطاب]	اپریل ۲۰۰۵	۱۱-۳۲
اسرار احمد، ڈاکٹر	شادی بیاہ کی تقریبات میں سنت کے مطابق اصلاح۔ خطاب [۲]	مئی ۲۰۰۵	۵-۲۵
محمد شہاب الدین	شریعت میں نکاح کی آسانی	جون ۲۰۰۵	۲۷-۳۸
ادارہ	شادی بیاہ کی تقریبات میں سنت کے مطابق اصلاح [علمائے کرام کے تہنیتی خطوط اور ان کے جواب]	جولائی ۲۰۰۵	۷۵-۷۹
طاہرہ ارشد	عیسائیت اور اسلام میں عورت کے مقام کا تقابل	جولائی ۲۰۰۵	۶۶-۷۴
محمد زبیر	نکاح کا صحیح اور شرعی طریقہ کار	جولائی ۲۰۰۵	۸۰-۸۹
گوہر مشتاق	مخلوط تعلیم کا زہر	نومبر ۲۰۰۵	۶۳-۷۰

تہذیب و ثقافت

قاسم محمود، سید	تہذیبی کشمکش اور مسلم نفسیات [بشکریہ: 'پیغامِ آشنا' اسلام آباد]	دسمبر ۲۰۰۴	۵۱-۵۹
حبیب اللہ شاہد	تہذیب کا زہر	جنوری ۲۰۰۵	۳۱-۶۲

رفیع الدین ہاشمی	فکرِ اقبال اور مغرب کی تمدنی واستعماری یلغار	اپریل ۲۰۰۵	۳۳-۴۳

دعوت و تربیت اور تزکیہ نفس

اسرار احمد، ڈاکٹر	جماعتی زندگی کے مہلک ترین مرض: نجویٰ یعنی غیبت وکاناپھوسی کی شدید مذمت	جنوری ۲۰۰۴	۹-۳۴
محمد یونس جنجوعہ	تزکیۂ نفس	مارچ ۲۰۰۴	۷۷-۸۲
عاکف سعید، حافظ	انسان کی دُنیوی اور اخروی فلاح کا راستہ [پریس ریلیز]	جون ۲۰۰۴	۷
محمد رشید عمر	عوامی سطح پر دعوتی و تبلیغی نصاب کس نکتے پر مشتمل ہونا چاہیے؟	جون ۲۰۰۴	۵۰-۵۴
نوید احمد	دینی اور دُنیوی محبتوں کی کشمکش	اگست ۲۰۰۴	۲۸-۴۰
’رفیق تنظیم‘	’میں اپنی تسبیح روز و شب کا شمار کرتا ہوں دانہ دانہ‘ [روزمرہ کے معمولات]	اگست ۲۰۰۴	۴۱-۴۷
عبدالرزاق	پانچ باتوں کا حکم مومن کیلئے [خطاب]	ستمبر ۲۰۰۴	۵۰-۵۵
خالد محمود عباسی	حزب اللہ اور حزب الشیطان	اکتوبر ۲۰۰۴	۲۶-۵۰
شکیل احمد، مسز سید	دعوتِ دین اور داعی کا طرزِ عمل	اکتوبر ۲۰۰۴	۵۱-۵۴
نوید احمد	ایک رفیق تنظیم کو رات کا راہب اور دن کا مجاہد ہونا چاہئے! [حافظ عاکف سعید کے نام مکتوب بسلسلہ ’رفیق تنظیم‘ کے مضمون ’میں اپنی تسبیح ...... دانہ دانہ‘ مع ’رفیق تنظیم‘ کا جوابی مکتوب]	اکتوبر ۲۰۰۴	۷۷-۸۲
ادارہ	بانیٔ تنظیم اسلامی کے پانچ خطوط [بسلسلہ دعوت و تبلیغ]	نومبر ۲۰۰۴	۶۳-۸۸
محمد یونس جنجوعہ	حیاتِ دینوی۔ ایک انمول تحفہ	دسمبر ۲۰۰۴	۸۰-۸۶
مختار حسین فاروقی	خدمتِ خلق اور اسلامی انقلاب کا باہمی تعلق	دسمبر ۲۰۰۴	۶۰-۶۶
محمد یونس جنجوعہ	متاع الغرور۔ دنیا کی زندگی قرآن کی روشنی میں	فروری ۲۰۰۵	۴۸-۵۴
وصی مظہر ندوی	اچھی صحبت	مارچ ۲۰۰۵	۵۱-۵۲
محمد یونس جنجوعہ	دکھ اور تکلیف کا اُمید افزا پہلو	مئی ۲۰۰۵	۸۷-۸۸
شمائلہ مظفر	آزمائش یا انتباہ [ملک میں زلزلہ]	دسمبر ۲۰۰۵	۶۱-۶۳
عبدالماجد	نئی زندگی کا تقاضا۔ اجتماعی توبہ [ملک میں زلزلہ]	دسمبر ۲۰۰۵	۵۹-۶۰
عتیق الرحمٰن صدیقی	کیا ہم اب بھی اللہ کی طرف رجوع نہیں کریں گے؟	دسمبر ۲۰۰۵	۵۱-۵۵

اسلام کا معاشی نظام

کشن پٹنائنک	غیر سودی معیشت ہی دنیا کو سامراج سے بچا سکتی ہے		

	[مترجم: عطریف شہباز ندوی]	مئی ۲۰۰۵	۵۶-۶۴
ظفر اقبال اعوان	مسلمان اور صنعتی ترقی......ایک فکر انگیز تجزیہ	اگست ۲۰۰۵	۶۴-۷۲
محمد آصف احسان	اسلام اور حرمتِ ربا	دسمبر ۲۰۰۵	۳۱-۴۰

سیرت النبی ﷺ

عاتکہ علاؤ الدین	محبتِ رسول ﷺ اور اس کے عملی تقاضے	فروری ۲۰۰۴	۴۵-۶۲
اسرار احمد، ڈاکٹر	امراء کا اپنے رفقا کے ساتھ طرزِ عمل اور اسوۂ رسول ﷺ	مارچ ۲۰۰۴	۹-۳۰
اسرار احمد، ڈاکٹر	اسوۂ رسول ﷺ: سورۃ الاحزاب کے تیسرے رکوع کی روشنی میں [۲/اقساط]	مئی، جون ۲۰۰۴	کل: ۴۷
اسرار احمد، ڈاکٹر	اسوۂ رسول ﷺ کی روشنی میں ہماری دینی ذمہ داریاں	جولائی، اگست ۲۰۰۴	کل: ۴۱
اسرار احمد، ڈاکٹر	رسولِ انقلاب ﷺ کا طریقِ انقلاب اور موجودہ دور کے تقاضے [خطاب]	ستمبر ۲۰۰۴	۵-۴۹
قاسم محمود، سید	دنیا کا جامع ترین انقلاب، انقلابِ نبوی ﷺ ☆	ستمبر ۲۰۰۴	۳-۴
محبوب احمد خان	اسلام، قرآن اور عظمت محمد عربی ﷺ [غیر مسلم مفکرین کی نظر میں]	اپریل ۲۰۰۵	۵۳-۵۸

سوانح [شخصیات]

عاکف سعید، حافظ	مولانا نورانی کی موت ایک عظیم قومی سانحہ ہے [پریس ریلیز]	جنوری ۲۰۰۴	۷۹
زیڈ اے سلہری	قائد اعظم کے ساتھی اور مشہور صحافی کی داستان [قادیانیت سے اسلام تک]	مئی ۲۰۰۴	۵۸-۷۰
محمد موسیٰ بھٹو	تعلیم نسواں، سر سید احمد خان اور علامہ اقبال [مکتوب بنام ایم خالد اسحٰق/ بشکریہ: 'بیداری']	جولائی ۲۰۰۴	۸۵-۸۸
اخلاق حسین قاسمی	چند اعتراضات [اور ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی وضاحت]	ستمبر ۲۰۰۴	۶۳-۷۴
اسرار احمد، ڈاکٹر	مولانا اخلاق حسین قاسمی کے بعض اعتراضات اور اُن کی وضاحت	ستمبر ۲۰۰۴	۶۳-۷۴
ثمیر الدین، مولانا	جناب راشد شاذ دہلوی کے مکتوب کے جواب میں	اکتوبر ۲۰۰۴	۶۹-۷۵
عبدالقادر، قاضی	نعیم صدیقیؒ، ماضی کے جھرکوں سے	اکتوبر ۲۰۰۴	۵۵-۶۸
اسرار احمد، ڈاکٹر	مرتبہ صدیقیت اور سیرتِ صدیقیؓ آئینہ قرآن میں	دسمبر ۲۰۰۴	۳۳-۴۹
محمد یونس جنجوعہ	میرے ابا جان......ایک سلیم الفطرت انسان	جنوری ۲۰۰۵	۷۹-۹۰
وصی مظہر ندوی	عدلِ فاروقیؓ	فروری ۲۰۰۵	۵۵-۵۸
ادارہ	علامہ اقبال اور مولانا آزاد کے باہمی روابط	مارچ ۲۰۰۵	۶۵-۸۰

محبوب احمد خان	نواسۂ رسول ﷺ سے نواسۂ صدیق اکبر ؓ تک [آمریت کے خلاف جد و جہد کی داستانِ عزیمت]	مارچ ۲۰۰۵	۳۰-۵۰
الیاس نعمانی	حضرت بلال ؓ……عہد نبوی میں شعبہ مالیات کے ذمہ دار	اپریل ۲۰۰۵	۴۴-۵۲
عبدالرشید عراقی	شاہ ولی اللہؒ کی خدماتِ حدیث	مئی ۲۰۰۵	۴۱-۵۲
عبدالرشید عراقی	خاندانِ شاہ ولی اللہؒ کی خدماتِ حدیث	جون ۲۰۰۵	۵۱-۶۰
وصی مظہر ندوی	امام محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی	ستمبر ۲۰۰۵	۸۹-۹۰
عبدالرشید عراقی	امام ابوعبید قاسم بن سلامؒ	نومبر ۲۰۰۵	۸۵-۸۹

اقبالیات

رفیع الدین ہاشمی	فکر اقبال اور مغرب کی تمدنی و استعماری یلغار	اپریل ۲۰۰۵	۳۳-۴۳
عاکف سعید، حافظ	روشن خیالی کا موجودہ تصور [فکر اقبال کی روشنی میں] ☆	اپریل ۲۰۰۵	۳-۱۰
محمد موسیٰ بھٹو	تعلیم نسواں، سرسید احمد خان اور علامہ اقبال [مکتوب بنام ایم خالد اسحٰق / بشکریہ: 'بیداری']	جولائی ۲۰۰۴	۸۵-۸۸
ادارہ	علامہ اقبال اور مولانا آزاد کے باہمی روابط	مارچ ۲۰۰۵	۶۵-۸۰

تصویرِ وطن

عاکف سعید، حافظ	بھارت کے مقابلے میں کمزوری کی وجہ ہماری اللہ تعالیٰ سے بدعہدی ہے	جنوری ۲۰۰۴	۸۰
عاکف سعید، حافظ	مسئلہ کشمیر اور ایٹمی صلاحیت [پریس ریلیز]	فروری ۲۰۰۴	۶
عاکف سعید، حافظ	پاک بھارت تعلقات ☆	جنوری ۲۰۰۴	۲
اسرار احمد، ڈاکٹر	پاک بھارت کشیدگی: انگریز کی گھناؤنی سازش	مارچ ۲۰۰۴	۵۳-۵۹
اسرار احمد، ڈاکٹر	پاکستان کا قیام: برطانوی سازش یا خدائی تدبیر؟ [سید عرفانی کے جواب میں]	مارچ ۲۰۰۴	۴۵-۵۲
عاکف سعید، حافظ	اسلام دشمن عالمی طاقتوں کا اصل ہدف ہمارا ایٹمی پروگرام ہے	مارچ ۲۰۰۴	۶
عاکف سعید، حافظ	جشن بہاراں منانا لمحہ فکریہ ہے [پریس ریلیز]	مارچ ۲۰۰۴	۵
قاسم محمود، سید	پاک بھارت مذاکرات ☆	مارچ ۲۰۰۴	۳
اسرار احمد، ڈاکٹر	کیا پاکستان کے خاتمے کی الٹی گنتی شروع ہو چکی ہے، نجات کی راہ کیا ہے؟ [خطاب]	اپریل ۲۰۰۴	۳۷-۷۹
عاکف سعید، حافظ	ہمارے لیے واحد پناہ گاہ [ملکی دگرگوں حالات] ☆	مئی ۲۰۰۴	۳-۵

عاکف سعید، حافظ	عالمی منظر نامہ اور حکومتِ مشرف ☆	جون ۲۰۰۴	۳-۵
عاکف سعید، حافظ	ہمارا توکل امریکہ کے بجائے اللہ کی ذات پر ہونا چاہیئے	جون ۲۰۰۴	۸
عاکف سعید، حافظ	وانا کی موجودہ صورتِ حال ہماری غلط پالیسی کا نتیجہ ہے	جولائی ۲۰۰۴	۶
راشد شاذ دہلوی	اس تاریخی عظیم بحران کی درستی کیلئے کیا اور کیسے کیا جائے؟ [مکتوب]	اگست ۲۰۰۴	۷۱-۷۶
تنویر احمد بٹ	قیامِ پاکستان کا مقصد کیا تھا اور اب کیا ہوا ؟ [مکتوب]	ستمبر ۲۰۰۴	۸۵-۸۶
شاہد اسلم	روشن خیالی اور اعتدال پسندی [خطاب]	ستمبر ۲۰۰۴	۵۶-۶۲
عاکف سعید، حافظ	گرہ بھنور کی کھلے تو کیونکر [احوالِ وطن] ☆	اکتوبر ۲۰۰۴	۱-۴
مجلس عمل تحفظ ختم نبوت	پاسپورٹ میں مذہب کا خانہ بحال کیا جائے، بسلسلہ قادیانیت [حکومت سے مطالبہ]	دسمبر ۲۰۰۴	۵۰
عاکف سعید، حافظ	عرض احوال ☆	جنوری ۲۰۰۵	۳-۴
قاسم محمود، سید	بگھیار ڈیم ۔ جگ ہنسائی ☆	فروری ۲۰۰۵	۳-۴
اسرار احمد، ڈاکٹر	پاکستان کا موجودہ خلفشار اور اس کا حل [خطاب]	مارچ ۲۰۰۵	۵-۲۹
عاکف سعید، حافظ	حکومت کا ماڈرن ازم ☆	مارچ ۲۰۰۵	۳-۴
عاکف سعید، حافظ	روشن خیالی کا موجودہ تصور [فکر اقبال کی روشنی میں] ☆	اپریل ۲۰۰۵	۳-۱۰
عاکف سعید، حافظ	''میراتھن ریس کو فروغ دینا......'' ☆	مئی ۲۰۰۵	۳-۴
اسرار احمد، ڈاکٹر	(موجودہ حکومت کی) روشن خیالی اور اسلام [خطاب]	جون ۲۰۰۵	۵-۲۶
عاکف سعید، حافظ	ہیں آج کیوں ذلیل......؟ ☆	جون ۲۰۰۵	۳-۴
عاکف سعید، حافظ	جشن آزادی یا خود فریبی؟ ☆	ستمبر ۲۰۰۵	۳-۴
عاکف سعید، حافظ	موجودہ آزمائش میں نجات کی راہ! ☆	اکتوبر ۲۰۰۵	۳
خالد محمود خضر	عرض احوال ☆	نومبر ۲۰۰۵	۳-۴
عاکف سعید، حافظ	ایک عظیم قومی سانحہ 'زلزلہ' - خدائی تنبیہہ ☆	دسمبر ۲۰۰۵	۳-۴
مسلم سجاد	خدا سے بے خوف لوگوں کا مجمع [صدر کی سرپرستی میں محفل موسیقی]	دسمبر ۲۰۰۵	۵۶-۵۸

امت اسلامیہ

عاکف سعید، حافظ	ہیں آج کیوں ذلیل......؟ ☆	فروری ۲۰۰۴	۳-۴
اسرار احمد، ڈاکٹر	موجودہ عالمی حالات کے پس منظر میں اسلام کا مستقبل [خطاب]	اپریل ۲۰۰۴	۵-۳۶

عاکف سعید، حافظ	عالمی منظر نامہ اور امتِ مسلمہ ☆	جولائی ۲۰۰۴	۳-۵
عاکف سعید، حافظ	بین الاقوامی اور ملی حالات کے بارے میں ہمارا تجزیہ اور		
	لائحہ عمل [خطاب] ☆	دسمبر ۲۰۰۴	۳-۳۲
صہیب حسن	علماءِ مسلمین کا عالمی اتحاد	جون ۲۰۰۵	۶۱-۶۷

تاریخ برصغیر پاک و ہند

قیصر علی	تحریک مجاہدین (برصغیر) اور جنگ امبیلہ	جون ۲۰۰۵	۶۸-۹۰
اسرار احمد، ڈاکٹر	ہندو مسلم منافرت کی تاریخ و اسباب اور اس کے ازالے کی اہمیت	مارچ ۲۰۰۴	۳۱-۷۶
عبدالحفیظ خان	تدوین تاریخ مسلمانانِ ہند [ایک علمی و تحقیقی پروجیکٹ]	فروری ۲۰۰۵	۶۷-۹۰
محبوب احمد خان	نواسۂ رسول ﷺ سے نواسۂ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تک [آمریت		
	کے خلاف جدوجہد کی داستانِ عزیمت]	مارچ ۲۰۰۵	۳۰-۵۰
قیصر علی	تحریک مجاہدین (برصغیر) اور جنگ امبیلہ	جون ۲۰۰۵	۶۸-۹۰

قضیۂ فلسطین

اسرار احمد، ڈاکٹر	قضیۂ فلسطین: تاریخی پس منظر اور ہولناک مستقبل	جنوری ۲۰۰۵	۵-۲۵
ادارہ	تصحیح [مضمون قضیہ فلسطین، شمارہ جنوری ۲۰۰۵ کے بارے میں]	فروری ۲۰۰۵	۴۷
اسرار احمد، ڈاکٹر	قضیہ فلسطین کا تاریخی پس منظر	مئی ۲۰۰۴	۶

کشمیریات

اسرار احمد، ڈاکٹر	پاک بھارت مفاہمت اور مسئلہ کشمیر کا حل	مارچ ۲۰۰۴	۶۰-۷۵
شہاب الدین، سید	امیر تنظیم کی جانب سے مسئلہ کشمیر کے حل پر تائیدی مکتوب		
	[معروف بھارتی سیاسی رہنما]	مارچ ۲۰۰۴	۷۵

عالم اسلام [سلسلہ وار]

قاسم محمود، سید	الجزائر (ALgeria) [۳ اقساط]	جنوری تا مارچ ۲۰۰۴	کل: ۴۶
ادارہ	'اینڈورا'۔ جس پر سپین اور فرانس کی مشترکہ حکمرانی ہے		
	[ماخوذ از انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا]	مارچ ۲۰۰۴	۷۶
اسرار احمد، ڈاکٹر	تقسیم ہند: برطانوی منصوبہ یا الٰہی تدبیر؟	مارچ ۲۰۰۴	۳۳-۴۴
اسرار احمد، ڈاکٹر	ہندو مسلم منافرت کی تاریخ و اسباب اور اس کے ازالے کی اہمیت	مارچ ۲۰۰۴	۳۱-۷۶

قاسم محمود، سید	انڈونیشیا: تاریخ، تحریکِ آزادی، حصولِ آزادی اور آزادی کے بعد [۲/اقساط]	مئی، جون ۲۰۰۴	کل: ۲۸
قاسم محمود، سید	ایتھوپیا [حبشہ] تاریخ، تحریک آزادی اور جغرافیائی خدوخال	جولائی ۲۰۰۴	۸۹-۹۵
قاسم محمود، سید	ایران [۳/اقساط]	اگست تا اکتوبر ۲۰۰۴	کل: ۳۴
قاسم محمود، سید	بحرین	نومبر ۲۰۰۴	۹۲-۹۶
قاسم محمود، سید	برکینا فاسو [ایک اسلامی افریقی ملک]	دسمبر ۲۰۰۴	۹۱-۹۵
قاسم محمود، سید	برونائی دارالسلام	جنوری ۲۰۰۵	۹۱-۹۶
اسرار احمد، ڈاکٹر	دورۂ بھارت [بھارت میں مسلمانوں کی حالت زار]	فروری ۲۰۰۵	۵-۴۰
عبدالحفیظ خان	تدوین تاریخ مسلمانانِ ہند [ایک علمی و تحقیقی پروجیکٹ]	فروری ۲۰۰۵	۶۷-۹۰
قاسم محمود، سید	بنگلہ دیش [۳/اقساط]	فروری تا اپریل ۲۰۰۵	کل: ۲۷
قاسم محمود، سید	بوسنیا و ہرزیگووینا [۳/اقساط]	مئی تا جولائی ۲۰۰۵	کل: ۲۰
ادارہ	بانیٔ تنظیم کے دورۂ بھارت کے تاثرات پر بھارت کے دو دانشوروں کا تبصرہ اور اس کی جوابی وضاحت خود بانیٔ تنظیم کے قلم سے ☆	جولائی ۲۰۰۵	۳-۲۸
انعام خواجہ/محمد موسیٰ	عالم اسلام: اسلامیت اور امریکہ	اگست ۲۰۰۵	۵۵-۶۳
عاکف سعید، حافظ	عالم اسلام کے خلاف امریکی وصہیونی سازش ☆	اگست ۲۰۰۵	۳-۴
قاسم محمود، سید	پاکستان [۴/اقساط]	اگست تا دسمبر ۲۰۰۵	کل: ۲۶
ابن جریر طبری	بیت المقدس کا معاہدہ	نومبر ۲۰۰۵	۹۰-۹۱
مختار حسین فاروقی	ریاست اسرائیل اور بنی اسرائیل سے متعلق ناگزیر حالات	نومبر ۲۰۰۵	۳۱-۵۲
گل رحمٰن ہمدرد	کیا اسرائیل کو تسلیم کیا جائے؟ [ماہنامہ 'صوت الحق' کے تعاقب]	دسمبر ۲۰۰۵	۴۱-۵۰

تقابلِ مسالک وادیان

طاہرہ ارشد	عیسائیت اور اسلام میں عورت کے مقام کا تقابل	جولائی ۲۰۰۵	۶۶-۷۴
اسرار احمد، ڈاکٹر	فقہی اختلافات اور اسلامی نظام کے نفاذ میں رکاوٹ کا ایک حل	اگست ۲۰۰۵	۲۳-۳۴
محمد رمضان پھلپوٹو	'جمع بین الصلاتین' اور دیگر مسائل نماز میں احناف کا موقف	اگست ۲۰۰۵	۸۱-۸۶

شعروادب

نعیم صدیقی ؒ	رہروانِ حق سے [نظم]	اکتوبر ۲۰۰۴	۶۸

عبدالقادر، قاضی — اسلام میں شعر کا معیار اور ذوقِ شعریت — نومبر ۲۰۰۴ — ۸۹-۹۱

قاسم محمود، سید — شیعہ سنی مفاہمت کے پردے میں [دو شعری مجموعوں پر تبصرہ] — اپریل ۲۰۰۵ — ۷۹-۸۴

مکتوبات

'رفیق تنظیم' — مکتوب — ستمبر ۲۰۰۴ — ۸۶

انعام الحق فرخ — محترم ڈاکٹر صاحب کے خطباتِ خلافت کی روشنی میں [مکتوب] — اکتوبر ۲۰۰۴ — ۷۶-۷۷

ثمیر الدین، مولانا — جناب راشد شاذ دہلوی کے مکتوب [شائع شدہ اگست ۲۰۰۴] کے جواب میں — اکتوبر ۲۰۰۴ — ۶۹-۷۵

محمد فواد / اسرار احمد، ڈاکٹر — سَبعًا شِدادًا سے مراد [مکتوب اور اُس کا جواب / تفسیری سوال] — مئی ۲۰۰۵ — ۵۳-۵۴

نوید احمد — ایک رفیق تنظیم کو رات کا راہب اور دن کا مجاہد ہونا چاہئے! [حافظ عاکف سعید کے نام مکتوب بسلسلہ 'رفیق تنظیم' کے مضمون 'میں اپنی تسبیح ...... دانہ دانہ' مع 'رفیق تنظیم' کا جوابی مکتوب] — اکتوبر ۲۰۰۴ — ۷۷-۸۲

ادارہ 'میثاق' [رپوتاژ]

قاسم محمود، سید — 'میثاق' کے بارے میں چند باتیں ☆ — مارچ ۲۰۰۴ — ۴

ادارہ — کچھ کوَر کی تصویر کے بارے میں — اپریل ۲۰۰۴ — ۸۱

قاسم محمود، سید — ڈاکٹر اسرار صاحب اور ان کی تحریریں [اشاعتِ خصوصی 'اسلام اور پاکستان کا مستقبل'] ☆ — اپریل ۲۰۰۴ — ۲-۳

اسرار احمد، ڈاکٹر — خطوط: جو 'الدین النصیحۃ' کے ضمن میں سربراہانِ حکومت کو ارسال کیے گئے [۲/اقساط] — جولائی، اگست ۲۰۰۴ — کل: ۳۵

اسرار احمد، ڈاکٹر — مکتوب بنام جنرل محمد ضیاء الحق ['النصیحۃ لائمۃ المسلمین' کے ضمن میں] — جولائی ۲۰۰۴ — ۸۴

اسرار احمد، ڈاکٹر — شریف فیملی کے نام خطوط ['النصیحۃ لائمۃ المسلمین' کے ضمن میں] — اگست ۲۰۰۴ — ۴۸-۷۰

اسرار احمد، ڈاکٹر — خط بنام صدرِ مملکت محمد رفیق تارڑ صاحب — ستمبر ۲۰۰۴ — ۷۵-۷۸

اسرار احمد، ڈاکٹر — خطوط بنام صدرِ مملکت پرویز مشرف صاحب — ستمبر ۲۰۰۴ — ۷۹-۸۳

انعام الحق فرخ — محترم ڈاکٹر صاحب کے خطباتِ خلافت کی روشنی میں [مکتوب] — اکتوبر ۲۰۰۴ — ۷۶-۷۷

تنظیم اسلامی

اسرار احمد، ڈاکٹر — تنظیم کے سہ روزہ دعوتی اجتماع پر ملتزم رفقاء کے نام پیغام — جنوری ۲۰۰۴ — ۵-۸

خالد محمود خضر	تنظیم کا کل پاکستان تربیتی اجتماع اور امیر محترم کا پیغام ☆	جنوری ۲۰۰۴	۳-۴
اسرار احمد، ڈاکٹر	نظم جماعت کی پابندی اور اس سے رخصت و معذرت کا معاملہ	فروری ۲۰۰۴	۷-۳۰
شاہد اسلم	’تنظیم اسلامی‘ کی دعوت	مئی ۲۰۰۴	۲۹-۴۲
رعنا ہاشم خان	تنظیم اسلامی، شمالی امریکہ کے پہلا سالانہ اجتماع کی روداد	اگست ۲۰۰۴	۸۰-۸۴
قاسم محمود، سید	تنظیمی اور اداراتی سرگرمیاں ☆	اگست ۲۰۰۴	۳-۴

جماعت

عاکف سعید، حافظ	مجلس عمل اب نفاذِ اسلام کے لیے جدوجہد کرے [پریس ریلیز]	فروری ۲۰۰۴	۵
اسرار احمد، ڈاکٹر	اقامتِ دین کی جدوجہد فرضِ عین ہے [ایک مکتوب کا جواب]	دسمبر ۲۰۰۴	۸۷-۹۰
ایک طالب حق	اقامتِ دین کی جدوجہد فرضِ عین ہے [مکتوب اور اُس کا جواب]	دسمبر ۲۰۰۴	۸۷-۹۰
گوہر رحمٰنؒ	التزام جماعت کا صحیح مفہوم [۲ اقساط]	اگست/ستمبر ۲۰۰۵	کل:۴۵

تنقید و تحقیق

بلقیس قمر سبزواری	’شیعہ سنی مفاہمت کی ضرورت و اہمیت از ڈاکٹر اسرار احمد‘ پر تبصرہ	مارچ ۲۰۰۵	۸۱-۸۶
قاسم محمود، سید	شیعہ سنی مفاہمت کے پردے میں [دو شعری مجموعوں پر تبصرہ]	اپریل ۲۰۰۵	۷۹-۸۴
ادارہ	بعض شیعہ علماء کی جانب سے بانیٔ تنظیم پر الزامات اور ایک شیعہ دانش ور خاتون کا خط بنام مولانا عون محمد	اگست ۲۰۰۵	۷۳-۸۰
گوہر رحمٰن، مولانا	اشراقی تجدد کا جائزہ (۱) [ماہنامہ ’اشراق‘ کے افکار کا جائزہ بہ سلسلہ ’التزامِ جماعت کا صحیح مفہوم‘]	دسمبر ۲۰۰۵	۶۵-۹۰

متفرقات

عاکف سعید، حافظ	نصابِ تعلیم کی اصلاح	مئی ۲۰۰۴	۷
محمد یونس جنجوعہ	اسلام...... دینِ فطرت	جولائی ۲۰۰۴	۲۶-۳۴
وصی مظہر ندوی	اسلام کی بنیادی اقدار	دسمبر ۲۰۰۴	۷۷-۷۹
وصی مظہر ندوی	اسلامی اقدار اور دورِ حاضر	جنوری ۲۰۰۵	۲۹-۳۰
عرفان شاہد فلاحی	اسلام ہی دینِ حق ہے	ستمبر ۲۰۰۵	۶۱-۶۴
گلزار احمد [سابق پادری]	میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟	ستمبر ۲۰۰۵	۲۴-۴۰